ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۸ نومبر سنہ ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

درس قرآن

ضرورت نماز جمعہ



فرمودہ حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی۔ مورخہ ۸ر ستمبر ۱۹۵۸ء

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ
لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا
اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۹:۶۲)

ترجمہ:- اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔ اگر تم علم رکھتے ہو۔

درجہ تفسیر

انسان کو رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو انسانوں کے لئے رہنما بنایا گیا ہے۔ پہلے انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے رہنما تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوام عالم کے لئے داعی اور رہنما بنا کر بھیجے گئے۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے آپ ہی رہنما ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک باب لکھا ہے جس کا عنوان ہے کہ ایک ایسے دین کی حاجت ہے جو پہلے سب دینوں کا ناسخ ہو اور اس کا [illegible] کوئی نہ ہو۔ اس دین کے احکام کا مجموعہ قرآن حکیم ہے اور قرآن حکیم قیامت تک کے لئے داعی الی اللہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کے مقتدائے اعظم ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو میرا اتباع کرتے۔ پہلے انبیاء کے انوار نبوت اب بھی ہیں۔ لیکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کے سامنے مستور ہیں۔ جیسے دن کے وقت ستارے موجود ہوتے ہیں۔ لیکن سورج کے سامنے ان کی روشنی مستور ہوتی ہے اب نجات کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا اور قرآن حکیم کو اپنی زندگی کا دستور العمل تسلیم کرنا۔ رات کو بے شک تاروں کی روشنی بھی کام دیتی ہے۔ لیکن جب دن چڑھ جائے۔ تو پھر سورج کی روشنی ہی کام دیتی ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی مثال ایسے ہے۔ جیسے شاہی پنڈال جس کے بہت سے دروازے ہوں۔ لوگ ہر دروازہ سے ٹکٹ لے کر داخل ہوتے ہیں۔ لیکن جب بادشاہ آجاتا ہے۔ تو سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ایک صدر دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے۔ جس نے آنا ہو وہ فقط اسی دروازے سے آسکتا ہے۔ یہ دروازہ محمدی ہے جو کھلا ہے۔ باقی سب انبیاء کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ جو شخص پہلے انبیاء کو مانے لیکن آخری نبی کو نہ مانے تو وہ نجات نہیں پا سکتا۔ ایک شخص دس حاکموں کو مانے۔ لیکن گیارہویں حاکم کو نہ مانے تو وہ باغی قرار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو مانے۔ لیکن لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے تو اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی کو اسلام کی تبلیغ ہو گئی تو اسے قبول کرنے کے سوا نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ ہاں اگر تبلیغ نہیں ہو سکی اور وہ اپنے سابقہ دین پر قائم رہا تو ممکن ہے نجات ہو جائے دستور العمل ہے۔ اس لئے قرآن کی تبلیغ ہر مسلمان پر فرض عین کی گئی ہے اور حکم دیا ہے کہ نماز میں قرآن پڑھو اور سنو اگر سنت کے مطابق نماز پڑھی جائے۔ تو پھر نماز کا ترجمہ جاننا اور اسے سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نماز سمجھ کر پڑھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے تو قانون بنا دیا کہ نماز میں قرآن پڑھا جائے اور اُسے سمجھا جائے۔ اگر ہم سمجھ کر نہ پڑھیں اور قرآن سے جاہل رہیں تو قصور ہمارا ہے۔

پانچ نمازوں میں سے تین نمازیں جہری ہیں اور ان میں قرآن بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ دراصل درس قرآن یہی ہے۔ چونکہ ہم لوگ عربی نہیں جانتے۔ اس لئے اپنی زبان میں اس کا مطلب بیان کرنا پڑتا ہے۔

قرآن حکیم کی تبلیغ کے لئے یہ عجیب پروگرام ہے کہ روزانہ تین دفعہ جہری نمازوں میں قرآن پڑھنے اور سننے کا انتظام کر دیا تاکہ اسے سمجھا جائے۔ پھر ہفتہ میں ایک بار جمعہ کے دن اجتماع کثیر کا حکم دیا۔ تاکہ اس دن قرآن کی تشریح کر کے سمجھایا جائے کیونکہ روزانہ تشریح کا موقعہ نہیں۔ جمعہ کا دن سبق حاصل کرنے کا دن ہے۔ ایک دن کا سبق اگر لوح دل پر لکھ لیا جائے اور اسے معمول بہ بنایا جائے تو نجات کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ لگاتار جمعہ کی حاضری دی جائے۔ اس لئے جمعہ کی نماز کے لئے خاص طور پر ہدایت کی۔ کہ جب اذان ہو جائے تو اپنے کاروبار چھوڑ دو اور نماز کے لئے آجاؤ۔ اللہ تعالےٰ نے تمام مسلمانوں کو طالب علموں کی طرح مجبور نہیں کیا کہ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آجائیں اور قرآن پڑھیں۔ یہ کام تو ایک خاص طبقہ ہی کر سکتا ہے۔ لیکن عام مسلمانوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک بار جمعہ کی نماز کے وقت کام چھوڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف آجائیں۔ اللہ کے ذکر سے مراد قرآن حکیم ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ دنیا کے کاروبار میں تو فقط دنیا کی بہتری ہے۔ لیکن اللہ کے ذکر میں ابدالاباد زندگی کے لئے بہتری اور بھلائی ہے۔ قرآن میں انقلابی طاقت ہے۔ قرآن سنتے سنتے طبیعت کا رُخ بدل جاتا ہے۔ اس لئے خطیب بھی ایسا ہونا چاہیئے جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا پیغام پہنچائے۔ نہ کہ قصے کہانیاں سنائے۔ خطیب وہ ہونا چاہیئے جو امت کی حالت پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کی روشنی میں تنقیدی نگاہ ڈال سکے۔

الاعتبار والتاویل

ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ روزانہ پانچ نمازوں کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی پابندی سے ادا کریں اور قرآن حکیم میں سے جو سبق دیا جائے۔ اسے سمجھیں۔ پھر خطیب بھی معیاری آدمی ہونا چاہیئے۔ جو کتاب سنت کی روشنی میں بول سکے۔

افسوس ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کی طرف توجہ بہت کم ہے۔ ویسے تعلیم کا بہت چرچا ہے۔ یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ تعلیم عام ہوگی۔ لیکن وہ دین کی تعلیم نہیں ہوگی۔ اتنے سکول اور کالج ہیں۔ لیکن ان میں قرآن نہیں پڑھایا جاتا ہے۔ کچھ اور ہی پڑھایا جاتا ہے۔ انسان صحبت کا اثر لیتا ہے

ع بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

اس لئے حکم ہے کہ ان لوگوں کے پاس بیٹھو جو صبح وشام اللہ کی یاد کرتے ہیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔ یریدون وجہہ

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۵۷ء | شمارہ ۲۶/۵

نیا لاء کمیشن

آئندہ ہفتہ لاء کمیشن کا جلسہ ہونے والا تھا۔ لیکن وہ اس لئے ملتوی کر دیا گیا کہ نئی حکومت اس میں رد و بدل کا ارادہ رکھتی ہے۔ قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ عوام مختلف ذرائع سے حکومت کو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ کمیشن کے ارکان میں تبدیلی کی جائے۔ یہ نہیں کہ اس میں کچھ وزراء قسم کے لوگ شامل کئے جائیں۔ بلکہ یہ کہ موجودہ کمیشن کے ان اراکین کو جو اہل سنت والجماعت فرقہ سے متعلق نہیں ہیں۔ اور وہ .....

منکرین حدیث ہیں۔

لہٰذا ان کو کمیشن سے علیحدہ کر دیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت نے اس بات پر دھیان نہیں دیا اور وہ اراکین کمیشن میں بدستور موجود ہیں۔ اول تو ایسے افراد کی کمیشن میں شمولیت عوامی خواہشات کو پائمال کر دینے کی دلیل ہے۔ اور دوسرے کمیشن میں خود اختلاف رائے کا خطرہ ہے۔ مسلمانوں میں بڑے دو فرقے ہیں۔ ایک سُنّی اور دوسرے شیعہ۔ شیعوں کا پرسنل لاء تو خیر حافظ کفایت حسین صاحب تجویز کریں گے۔ لیکن سُنّیوں کا کون کرے گا؟ مولانا ظفر احمد عثمانی یا مسٹر پرویز؟ جن کے خیالات میں بعد المشرقین ہے۔ ثانی الذکر فقہ حنفیہ کی موجودہ شکل کو درست نہیں مانتے اس لئے وہ مروجہ فقہ میں ترمیم کرنا پسند کریں گے۔ لیکن عام جمہور کے نزدیک ایسا کرنا ایک اختراع اور دین میں رخنہ اندازی ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتا۔ کہ حکومت کو ان صاحب کی شمولیت پر کیوں اصرار ہے؟ خدا نخواستہ حکومت کی بدنیتی تو نہیں اور ارباب اختیار کی یہ خواہش تو نہیں کہ موجودہ کمیشن کو اجتماع ضدین بنا کر یہ ثابت کریں کہ کمیشن متفق ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا شرع کا نفاذ کیسے ممکن ہے؟ اور اگر حکومت ایسا نہیں چاہتی۔ (خدا کرے وہ ایسا نہ چاہتی ہو) تو ان اراکین کو نکال دینے میں کونسی مشکل حائل ہے؟

جمہوریہ اسلامیہ

یہ حقیقت کتنی دردناک ہے۔ کہ بھارتی سفارت خانوں میں تو شراب استعمال نہیں ہوتی۔ البتہ یہ شرف ہمارے حصّہ میں ہے کہ ہم تمام تقریبات پر اپنے سفارت خانوں میں بیرونی مہمانوں کی شراب سے تواضع کرتے ہیں اور اس کا جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ بیرونی مہمان تقریب میں حصّہ نہ لیں گے۔ اگر انہیں شراب نہ پیش کی گئی۔ اگر یہی وجہ ہے تو یقین کیجئے ہم نے دل سے اسلام کو نہیں مانا ہے۔ اور ہم منافقت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سفارتی عہدہ دار خود شراب کے عادی ہیں اور بیرونی مہمانوں کی آڑ میں اپنے پینے کا سامان کرتے ہیں۔ ورنہ ممکن نہیں کہ شراب کو وہ حرام مانیں اور دوسروں کو وہ پیش کریں۔ ایسے مہمانوں کی کوئی ضرورت نہیں جو دعوتوں میں شراب کا تقاضا کریں۔ انہیں صاف صاف کہہ دیا جائے کہ شراب ہمارے مذہب میں حرام ہے اور ہم ایسی حرامکاری پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ گائے کا گوشت ہندو دھرم میں حرام ہے۔ کیا مجال ہے کہ ہندوستانی سفارت خانے اپنے غیر ملکی مہمانوں کو گائے کا گوشت پیش کریں یہ تو حرارت ایمانی کی کمزوری بلکہ خود ایمان کا فقدان ہے کہ شراب خوری کا یہ جواز پیش کیا جاتا ہے۔

ناجائز مصارف

اس عنوان پر ہم بارہا اظہار خیال کر چکے ہیں۔ ع نہ تنہا من دریں میخانہ مستم بلکہ سارا مُلکی پریس اس مسئلہ پر بیک آواز پکار رہا ہے کہ انتظامی امور پر مصارف کم کئے جائیں۔ ناجائز مصارف اب لوٹ کھسوٹ کی حدود تک جا پہنچے ہیں۔ ہمارے سیاسی رہنما اور افسر شاہی کے بر سرآوردہ افراد دونوں ہی مل کر قومی دولت پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ انتخابات کی آمد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اور بھی دلیر کر دیا ہے۔ دورے پہ دورے پڑ رہے ہیں۔ دفتر سے نکلتے ہیں تو سیدھا یورپ و امریکہ کا رُخ کرتے ہیں یا پھر اندرون مُلک دورے کا خیال آتا ہے تو سیدھے اپنے گھر آئے اعزا و احباب سے ملے۔ شان و شوکت کا مظاہرہ کیا۔ انتخابی حلقہ میں گھومے پھرے اثر و رسوخ کا جال پھیلایا اور خرچ پانی سب سرکاری اور قومی۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں پیش پیش خود صدر مملکت ہیں۔ جس بے دریغی سے قومی خزانہ ان پر صرف ہوتا ہے۔ دنیا کے کسی جمہوری ملک میں تو کجا مطلق العنان حکومت میں بھی اس کی مثال کم ہوگی۔ چونکہ یہ صاحب بیورو کریسی راستہ سریر آرائے سلطنت ہوئے ہیں۔ اس لئے سابقہ ملازمت کی پنشن الگ۔ اور تقریباً سوا لاکھ روپیہ تنخواہ الگ۔ ان آمدنیوں پر انکم ٹیکس ندارد۔ اسکے علاوہ قصر مملکت مفت۔ رہائش و خوراک مفت۔ مہمان نوازی کے اخراجات سرکاری علاج معالجہ ملکی اطباء کریں یا غیر ملکی ڈاکٹر سب مفت۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق صدر جمہوریہ اسلامیہ پر ۹-۱۰ لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہوتا ہے اور جو وہ ملکی اور غیر ملکی دورے فرمائیں وہ سب سرکاری خرچ پر۔ وہ اس کے علاوہ ہیں۔

مملکت کے بڑے بڑے ناظم صاحبان بڑے بڑے مشاہرے پاتے ہیں۔ اور ان کے جملہ اخراجات بھی صدر مملکت

باقی صفحہ ۱۸ پر



خطبۂ یوم الجمعۃ ۸ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۵۷ء

ساری دنیا میں خانہ کعبہ کی سی عظمت کسی مقام کو حاصل نہیں ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

ثبوت اوّل

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا سورۃ البقرۃ رکوع ۱۵ پ ۱

ترجمہ :- (اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لئے عبادتگاہ اور امن کی جگہ بنایا)

حاصل

یہ نکلا کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے یاد الٰہی کا مرکز فقط خانہ کعبہ ہی ہے۔ اس سے پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مختلف ادوار میں یاد الٰہی کے لئے عبادت گاہیں ضرور ہوں گی۔ مگر جو مرتبہ خانہ کعبہ کو نصیب ہوا ہے۔ وہ کسی عبادت گاہ کو نصیب نہیں ہوا۔

اور خصوصیت

پھر اس خانہ کعبہ کی اور بے شمار خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسے نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا قبلہ بنایا گیا ہے۔ جن کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ قبلہ ہی بدلا جائے گا۔

ایک اور خصوصیت

انبیاء سابقین علیہم السلام کی میعاد تبلیغ تاریخ سے معلوم ہو سکتی ہے کہ فلاں نبی تشریف لائے۔ ان کی امت جب گمراہ ہو گئی تو پھر فلاں نبی ان کی اُمت کی اصلاح کے لئے تشریف لائے ان کے دین میں لوگوں نے تحریف کر دی تو پھر اصلاح خلق اللہ کے لئے فلاں نبی تشریف لائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ اور قیامت کی آمد کی تعیین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں فرمائی کہ قیامت کس صدی میں آئے گی۔ اور صدی کے کس سن میں آئے گی اور سن کے کس مہینہ میں آئے گی۔ اور مہینہ کے کس ہفتہ میں آئے گی۔ ہاں آپ کے ارشادات سے اتنا فقط معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن آئے گی۔ اس بیان کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد بھی بمقابلے دوسری اُمتوں کے بے انتہا ہوگی۔ کیونکہ اگر میعاد معلوم ہو تو پھر تو کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

لہٰذا

خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے والے انسانوں کی تعداد کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔ خدا جانے کتنے سنکھ در سنکھ ہوں گے۔

مبارکباد

اے امت رحمۃ للعالمین تجھے مبارک صد مبارک ہو کہ تمہیں اللہ تعالےٰ نے ایسے پیغمبرؐ کا دامنگیر بنایا۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور تمہیں قبلہ بھی وہ عطا فرمایا جس کی نظیر بھی دنیا میں نہیں مل سکتی وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

اور خصوصیت

خانہ کعبہ کے گردا گرد حرم محترم یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنے یا اور عبادت کرنے کا وہ ثواب ملتا ہے جو دنیا بھر کی عبادت گاہوں اور ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے انبیاء علیہم السلام کے قبلوں میں عبادت کرنے کا وہ ثواب نہیں مل سکتا۔

اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید ارشادات ملاحظہ ہوں :-

خانہ کعبہ کے گرد مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ بِصَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِيْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ صَلٰوةً وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُجَمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِيْ مَسْجِدِيْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِيْ مَسْجِدِيْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ (رواہ ابن ماجہ) — **ترجمہ** :- انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک آدمی کی اپنے گھر میں نماز ایک ہی نماز ہے اور اس کی محلہ کی مسجد میں نماز پچیس نمازیں ہیں (یعنی ایک نماز کا ثواب پچیس نمازوں کا سا ملے گا)۔ اور اس کی نماز اس مسجد میں جس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے۔ پانچ سو نمازوں کا ثواب رکھتی ہے اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں اس کا نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب دلاتا ہے۔ اور اس شخص کا میری مسجد (یعنی مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب دلاتا ہے اور اس کا مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے)۔

حجر اسود کو بوسہ دینے کا نتیجہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهٗ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَّنْطِقُ بِهٖ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهٗ بِحَقٍّ (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی) — **ترجمہ** :- ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے متعلق فرمایا۔ خدا کی قسم ہے۔ البتہ اللہ اسے (حجر اسود) کو قیامت کے دن ضرور لائے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی۔ جن سے دیکھیگا اور زبان ہوگی۔ جس سے بولے گا۔ اس شخص کے لئے ٹھیک گواہی دے گا

جس نے اس کو بوسہ دیا ہوگا۔ (حجر اسود بہشت سے اُترا ہُوا ہے۔)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَھُوَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْہُ خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ (رواہ احمد والترمذی۔ وقال ہذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حجر اسود جب بہشت سے نازل ہوا تھا۔ اس وقت وہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا۔ پھر اسے انسانوں کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے۔

ستّر فرشتے دُعا کی قبولیّت کے لئے آمین کہتے ہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَکَّلَ بِہٖ سَبْعُوْنَ مَلَکًا یَعْنِیْ الرُّکْنَ الْیَمَانِیَّ فَمَنْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوْا آمین۔ (رواہ ابن ماجہ) **ترجمہ**

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا۔ اس جگہ ستّر فرشتے مسلط کئے گئے ہیں یعنی رکن یمانی پر۔ پس جو شخص یہ دُعا (رکن یمانیؔ اور حجر اسود کے درمیان) پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اسئلك العفو والعافیۃ فی الدنیا وَالْاٰخرۃ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار تو (ستر فرشتے) کہتے ہیں آمین۔ دعا کا ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے بخشش اور سلامتی مانگتا ہوں۔ دنیا اور آخرت (دونوں جگہ میں)۔ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

تاریخی حیثیت سے خانہ کعبہ کی تعمیر کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نو مرتبہ ہوئی ہے

پہلی مرتبہ

اسے ملائکہ عظام نے تعمیر کیا تھا۔ جبکہ وہ بیت معمورؔ جو قرآن میں مذکور ہے۔ وہ آسمان میں ہے اور فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ زمین میں اس بیت معمورؔ کے محاذات میں اس جیسا ایک گھر بناؤ تاکہ دنیا میں انسانوں کے لئے طواف کرنے کا مقام بن جائے۔ یہ واقعہ آدم علیہ السلام کے زمین پہ اُترنے سے کئی حقبے پہلے کا ہے۔ (ایک حقبہ تقریباً اسّی یا سو سال کا ہوتا ہے)؟

دوسری مرتبہ

ملائکہ عظام کی تعمیر بہت لمبا زمانہ گزرنے کے باعث گِر گئی تھی۔ اس لیے آدم (علیہ السلام) نے ملائکہ عظام کی شمولیّت کے ساتھ دوبارہ اس کی تعمیر فرمائی۔ آدم علیہ السلام بھی اس خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ اور جس طرح ملائکہ عظام یہ کلمات پڑھتے تھے۔ آدم علیہ السلام بھی پڑھتے تھے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

تیسری مرتبہ

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے اس کی نئی تعمیر کی۔ اس کی زیارت بھی لوگ کرتے رہے۔ اور طواف بھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے زمانہ میں طوفان آیا۔ اس طوفان کا اثر خانہ کعبہ پر بھی پڑا اور اس کی دیواروں کے پتھر بکھر گئے۔ اور اس کی بنیادوں کے نشانات بھی مٹ گئے۔

چوتھی مرتبہ

خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ مورخین کا بیان یہ ہے کہ طوفان نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار برس کا فاصلہ ہے اور آثار مرویہ اور قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی تینوں تعمیریں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تھیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ (اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ) سورۂ آل عمران رکوع ۱۰ پ ۴)

ترجمہ:۔ بیشک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہُوا یہی ہے۔ جو مکّہ میں برکت والا ہے اور جہان کے لوگوں کے لئے راہ نما ہے۔

اس آیت میں خانہ کعبہ کی خصوصیات

اَوَّلَ بَیْتٍ اس کی اولیّت کی خصوصیت کا پتہ دے رہی ہے۔ پھر ارشاد ہُوا ہے۔ وضع للناس یعنی تمام بنی نوع انسان کے لئے یہی قبلہ تجویز ہوا تھا۔ (جس کا ظہور اگرچہ نبی آخرالزمانؐ کی بعثت کے بعد ہُوا۔ ہاں یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء سابقینؑ بھی اس بیت اللہ الحرام کا طواف اور حج کرتے رہے ہیں) چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا خانہ کعبہ کا حج کرنا بھی ثابت ہے ھدًی للعٰلمین کا لفظ بھی پتہ دے رہا ہے کہ دنیا کی ابتدا ہی سے سارے جہان کے لئے اسی خانہ کعبہ کو انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس خانہ کعبہ کی قدامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت ہی سے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا بیان بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ (رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ) سورہ ابراہیم رکوع ۵ پ ۱۳ ترجمہ اے میرے رب میں [illegible] کچھ اولاد ایسے میدان میں بسائی ہے کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس

اس آیت سے صاف طور پر

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا سے پہلے یہ مقام متبرک (خانہ کعبہ) تھا۔ بلکہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی یہ پاک اور متبرک گھر موجود تھا۔

حضور انورؐ کی طرف سے مزید تائید

فتح مکّہ کے دن آپؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو اِنَّ ھٰذَا الْبَلَدَ مَکَّۃَ حَرَامٌ حَرَّمَہُ اللّٰہُ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَھُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَۃِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

ترجمہ بیشک یہ شہر مکہ عزت والا ہے اللہ نے اس کو اس دن سے عزت دی ہے جب سے آسمان اور زمین پیدا کیے پس وہ عزت والا ہے اللہ کی (دی ہوئی) عزت سے قیامت کے

آپ کے فرمان سے ثابت ہوا

کہ بیت اللہ الحرام کی تعمیر زمانہ قدیم میں ہوئی تھی (اس بنا کے منہدم ہو جانے کے باعث ابراہیم علیہ السلام کو اس کا علم نہیں تھا) اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقام مقدس کی اطلاع فرمائی تھی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو (وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ) سورہ الحج۔ رکوع ۴ پارہ ۱۷

خانہ کعبہ کی تعمیر ابراہیمی کا منظر

جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا ارشاد فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ چنانچہ تعمیر کے وقت

دونوں حضرات کی یہ دُعا

تھی۔ (و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبل منا انّک انت السمیع العلیم) سورۃ البقرۃ رکوع ۱۵ پارہ ۱ (ترجمہ۔ اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کعبہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔ اے ہمارے [illegible] ہم سے قبول کر بیشک تو ہی [illegible] والا جاننے والا ہے) جب تعمیر د[illegible] اونچی ہو جاتی تھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد کے سامنے ایک پتھر لاکر رکھ دیتے تھے۔ تاکہ اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کر سکیں۔ اسی پتھر کا نام (مقام ابراہیم) ہے۔ یہ پتھر آج بھی مسجد حرام میں محفوظ ہے۔ طواف کرنے والے طواف کرنے کے بعد اسی کو سامنے رکھ کر طواف کے نفل ادا کرتے ہیں۔ جب خانہ کعبہ کی تعمیر ایک حد تک پہنچ گئی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو الہام فرمایا کہ یہی جگہ حجر اسود کے رکھے جانے کی ہے۔ جس سے طواف شروع کیا جاتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حجر اسود کو خود اُٹھا کر لائے اور خود ہی اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرنے کے حکم کا اعلان کرنے کا حکم ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ (وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ) سورۃ الحج رکوع ۴ پ ۱۷۔ ترجمہ۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے کہ تیرے پاس پا پیادہ اور پتلے دُبلے اونٹوں پر دُور دراز راستوں سے آئیں۔

پانچویں مرتبہ

خانہ کعبہ کی پانچویں مرتبہ تعمیر قبیلہ جرہم کے زمانہ میں ہوئی ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سسرال تھے۔ جب یہ لوگ گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو خزاعہ قبیلہ ان پر غالب آیا اور انہیں مکہ معظمہ سے نکال دیا اور یہ لوگ یمن کی طرف چلے گئے

چھٹی مرتبہ

خانہ کعبہ کی چھٹی مرتبہ تعمیر قصی بن کلاب بن مرہ نے کی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھی پُشت میں دادا تھے۔

قریش کی وجہ تسمیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی دادا قصی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے تمام قبائل کو جمع کیا۔ ان سب نے اسی کو اپنا سردار مان لیا۔ یہ لوگ اسی دن سے قریش کے نام سے موسوم ہوئے کیونکہ تقرش کی معنیٰ اکٹھا ہونا ہے۔ اسی قصی نے پھر خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کی اور ایک دارالندوہ بنایا۔ یعنی مشورہ کا گھر جب کوئی مشورہ کرنا ہوتا تھا تو اس میں جمع ہو جاتے تھے۔ قصی سے پہلے اس خاندان کے لوگ کبھی جمع نہیں ہوئے تھے

خانہ کعبہ کی کنجی

خانہ کعبہ کی کنجی بھی اسی کے ہاتھ میں پہنچی تھی۔ وہی دربان اور خادم (خانہ کعبہ) کا تھا

ساتویں مرتبہ

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت سے چند سال پہلے تعمیر کی تھی۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کے پردہ کو آگ لگ گئی تھی۔ اس لئے قریش نے اکٹھے ہو کر فیصلہ کیا کہ دوبارہ اس کی تعمیر حلال کے مال سے کی جائے جس میں نہ سود کا مال ہو نہ ظلم کی کمائی کا اور نہ کسی بازاری عورت کی کمائی کا۔ ان شرطوں والا مال قریش کے پاس اتنا نہیں تھا۔ کہ خانہ کعبہ کی مکمل تعمیر ہو سکے۔ اس لئے خانہ کعبہ کا کچھ حصہ شمال کی طرف سے غیر مسقف چھوڑ دیا گیا۔ اور خانہ کعبہ کا دروازہ بھی سطح زمین سے بلند کر دیا۔ تاکہ سیلاب کا پانی اندر نہ جا سکے اور تاکہ خانہ کعبہ کے اندر جانے میں بھیڑ نہ ہو۔

حجر اسود کے رکھے جانے کا فیصلہ

جب تعمیر حجر اسود کے رکھے جانے کے مقام تک پہنچی تو اس کے رکھے جانے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ ہر ایک قبیلہ شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس قدر شدید اختلاف ہوا۔ قریب تھا کہ قبائل میں تلوار چلے۔ ابو امیہ بن المغیرۃ المخزومی نے مشورہ دیا کہ اس اختلاف کے رفع کرنے میں اس شخص کو حکم (منصف) مان لیں جو صفا کی طرف کے دروازے سے سب سے پہلے آئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ سب نے کہا۔ یہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو امین ہے آ گیا ہے۔ جب حجر اسود کے رکھے جانے کا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایک چادر بچھائیں اور حجر اسود کو اس پر رکھ دیں اور ہر قبیلہ کے منتخب شدہ آدمی مل کر اس چادر کو اُٹھائیں۔ سب نے خوش ہو کر اسی طرح کیا۔ جب حجر اسود کے مقام پر چادر آئی تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر حجر اسود کو رکھ دیا۔ اور جھگڑا ختم ہو گیا۔

آٹھویں مرتبہ

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ انہوں نے جب بنی اُمیہ کے خلفا کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور حجاز۔ یمن اور عراق کے لوگ ان کے تابع ہو گئے اور مکہ معظمہ کو اپنی قیامگاہ بنایا۔ انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کی اور جو حصہ قریش نے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی خانہ کعبہ کی

تعمیر میں داخل کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چاہتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر میں بھی شامل تھا۔ یہ تعمیر ۶۴ھ ۲۷ر رجب کو ختم ہوئی

نویں مرتبہ

حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں کی تھی۔ حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ جنگ کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہو گئے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اجازت دے کر عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کو شہید کر کے دوبارہ قریش کی حدود پر پھر از سرنو تعمیر کی۔

نویں مرتبہ کے بعد

پھر خانہ کعبہ کی تعمیر نہیں ہوئی۔ خلیفہ منصور عباسی نے اپنی خلافت میں ارادہ کیا کہ حجاج کی تعمیر کو گرا کر پھر عبداللہ بن زبیرؓ کی بنا پر خانہ کعبہ کی تعمیر کر دے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس ارادہ سے منع فرمایا کہ آئندہ بادشاہ یہی طریقہ نہ اختیار کر لیں (کہ آئے اپنی مرضی کے مطابق شہید کر کے بناتا جائے) اس لئے خلیفہ نے اس کا ارادہ ترک کرایا۔

اخذت هذه المضامين من رسالة المسماة "فی ظلال الکعبة" من عبداللطیف محمد السبکی رکن جماعة کبار العلماء ومدیر التفتیش بالازهر۔ مصر۔

تشنگان روحانیت کیلئے مژدۂ جانفزا!

جیسا کہ گزشتہ اشاعت میں عرض کیا گیا تھا کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی سفر حرمین الشریفین سے معہ رفقاء بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت سے واپس تشریف لا چکے ہیں چنانچہ اس اشاعت سے

مجلس ذکر اور خطبۂ جمعہ مبارک

حسبِ سابق پیش کیا جا رہا ہے

★

مجلس ذکر

منعقدہ ۷ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ــــ اما بعد میں سمجھتا ہوں اور میرا یہ خیال صحیح ہے کہ جمعرات کو ہم سب یہاں اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ ہماری اصلاح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب قبر سے بچائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے پانی پلائے۔ آپ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائے۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر جمع ہوتے ہیں اور اسی لئے میں کتاب وسنت کی روشنی میں کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج بھی اور جمعہ کے روز بھی آپ سب آزاد ہوتے ہیں لیکن میں پابند ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور حضورؐ کے اُمتی جن کو اللہ تعالیٰ میرے ہاں بھجواتا ہے۔ ان سے کیا کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ وہ مجھ سے وہ کہلوائے جو وہ اور حضورؐ چاہتے ہیں۔ خیر یہ تو تمہید تھی۔ میری آج کی معروضات کا عنوان ہے:-

انسان اپنے تعلق باللہ کا خود امتحان لے سکتا ہے

اس کے ماتحت ایک حدیث عرض کرتا ہوں۔ جس سے یہ چیز برآمد ہوتی ہے

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَمٍ یُعْرَفُ بِہٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ ـــ

ترجمہ:- ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فَمَنْ یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام (یعنی خداوند تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے) پھر فرمایا۔ جب نور سینے کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کی شناخت کی جا سکے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اور وہ نشانی غرور کے گھر (یعنے دنیا) سے دُور ہونا آخرت کی طرف رجوع کرنا اور مرنے سے پہلے مرنے کیلئے تیار ہو جانا ہے

اگر مکان کا دروازہ کھل جائے تو ہر چیز اندر رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر دروازہ بند ہو تو کوئی چیز رکھ سکتے۔ اسی طرح اگر اللہ فضل شامل حال ہو تو پھر وہ جس کی ہدایت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا سینہ کھول دیتے ہیں۔ پھر جو بات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئے تو سن کر طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ الحمد للہ جو بات پہلے معلوم نہ تھی۔ آج معلوم ہو گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کا پتہ نہ چلتا۔ تو نہ معلوم ہم اپنی مرضی سے کیا کرتے۔ اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے اور ہمیں سزا ملتی۔ مثلاً ایک شخص پر زکوٰۃ فرض ہے شریعت نے قرضہ کی رقم نکال کر باقی رقم کا ۱/۴۰ حصہ زکوٰۃ فرض کی ہے۔ اگر اس حکم کا علم نہ ہوتا تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے جہنم میں جانا پڑتا ــــ زکواۃ

نہ دینے والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ ع ۵- پ۱۰)۔ **ترجمہ**:۔ (جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے اُن کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے)

جس کا اللہ تعالےٰ سینہ کھول دیتے ہیں وہ اس حکم کو سُن کر ڈر جاتا ہے اور فوراً زکوٰۃ ادا کرنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ اسلام کے ہر حکم کو طیبِ خاطر سے قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ نعمت نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سُن کر کبیدہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی طبیعت بوجھ محسوس کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دُنیا میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرکے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنائیں گے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا ارشاد میں فرمایا کہ جب نور سینے میں [illegible]ونا ہے تو سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ [illegible]ام نے اس نور کی علامات دریافت کیں تو آپؐ نے فرمایا۔ اس کی تین علامات ہیں:۔

۱- اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ۔ دُنیا دارالغرور ہے اگر طبیعت دنیا سے ہٹتی نظر آئے۔ تو سمجھ لیجئے کہ یہ نور آ چکا ہے۔ اور سینہ کشادہ ہو چکا ہے۔ اب ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس کی طبیعت دنیا میں کُھبھ (پنجابی معنی غرق) ہو رہی ہے۔ یا ہٹ رہی ہے۔ اس جہان کی ہر چیز کے اندر راحت کے مقابلے میں رنج زیادہ ہے۔ یہاں دُکھ اور سُکھ توأم ہیں۔ (توأم کے معنی پنجابی میں جوڑے کے ہیں۔ راحت محض اللہ تعالےٰ کے ذکر میں ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد ع ۴ پ ۱۳) (خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں) یہ دُنیا دھوکا گھر ہے۔ یہاں کی کوئی چیز بھی ہماری نہیں ہر چیز سے اللہ تعالےٰ نے ہمیں نفع اُٹھانے کی اجازت دی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلَاثَۃٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَهٗ وَاحِدٌ یَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَیَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَ یَبْقٰی عَمَلُهٗ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میّت کے پیچھے تین چیزیں رہتی ہیں۔ پھر دو یہیں رہ جاتی ہیں۔ اور ایک اُس کے ساتھ جاتی ہے۔ میّت اپنے پیچھے اپنا اہل اور مال اور عمل چھوڑ جاتی ہے۔ پھر اہل اور مال یہیں رہتے ہیں اور اس کا عمل ساتھ ہی رہتا ہے)

اس حدیث سے حاصل یہ نکلا کہ یہ سب غدار ہیں۔

۲- اَلْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ۔ اِدھر سے طبیعت اُکھڑتی جائے اور اُدھر طبیعت کا میلان ہوتا جائے۔ ہر شخص اپنا امتحان خود لے سکتا ہے۔ اگر سینے میں نور ہو تو طبیعت دُنیا سے ہٹتی ہے۔ ورنہ اس میں گڑتی جاتی ہے۔

۳- اَلْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔ جس طرح سمجھ دار آدمی حج کے لئے درخواست دینے کے بعد سب ضروریاتِ سفر پہلے ہی تیار رکھتا ہے۔ منظوری کا تار آیا۔ بستر اور ضروری سامان اُٹھا کر اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اسی طرح مومن مرنے سے پہلے موت کی تیاری کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو وہ نور عطا فرمائے۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ کوشش کیا کیجئے کہ یہ علامتیں پیدا ہو جائیں حقیقت میں ہماری کوئی چیز نہیں۔ چارپائی پر انسان سوتا ہے۔ لیکن اس کو مقصود بالذات نہیں بناتا۔ اسی طرح بیوی اور بچے اور مکان وغیرہ کوئی بھی مقصود بالذات نہیں۔ بے شک ہر چیز سے نفع اُٹھایئے اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ لیکن مقصود بالذات فقط اللہ تعالےٰ کی رضا ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ایمان کامل اور اسلام محمدیؐ نصیب فرمائے۔ ایمان یہ ہے کہ اے اللہ میں تیرا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں۔ اسلام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق زندگی بسر کی جائے

۵ بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہے۔ اس فن کے کامل کی صحبت میں مُدّت مدید رہنے کے بعد کامل کا عکس ادھر منتقل ہو جاتا ہے۔ کامل کچھ زبانی ہدایات دیتا ہے اور کچھ اس کو دیکھ کر شاگرد اخذ کرتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ شاگرد بھی کامل بن جاتا ہے۔ مثلاً درزی کا کام سیکھنے کے لئے درزی کی صحبت میں مُدّت مدید تک رہنا ضروری ہے۔ موچی کا کسب حاصل کرنے کے لئے موچی کی صحبت ضروری ہے۔ موچی جس طرح سوئی کے باریک دھاگے موٹے کو دھاگے سے جوڑ دیتا ہے۔ اس طرح دارالعلوم دیوبند کا فاضل اور گریجوایٹ بھی نہیں جوڑ سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ حدیث شریف میں یوں آتا ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ) **ترجمہ**:۔ (ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سوئے۔ پھر اُٹھے۔ تو آپؐ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشان تھے۔ ابن مسعودؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر آپؐ ہمیں حکم فرما دیتے تو ہم آپؐ کے لئے بستر ا بنا دیتے۔ پس آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق۔ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے ٹھہر کر سایہ سے فائدہ اُٹھائے۔ اور پھر چل دے۔ اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مسلک کے بانی ہیں۔ آپ کے بعد اللہ تعالےٰ کے بندے اس کے حامل چلے آتے ہیں۔ ایک نبوت کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کمالات منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ پیر پگاڑا رحمۃ اللہ علیہ جو میرے شجرہ میں چوتھے منبر پر آتے ہیں۔ اُن کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں اُن کی اہلیہ محترمہ کا

پاجامہ پھٹ گیا۔ اُس نے عرض کی۔ کہ پاجامہ پھٹ جانے کی وجہ سے نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اور پاجامہ بنا دینے کی فرمائش کی۔ اس پر حضرتؒ ناراض ہو گئے۔ کہ مجھ سے کیوں کہا۔ اللہ تعالےٰ سے کیوں نہیں مانگا۔ اور کئی دن تک گھر میں تشریف نہیں لے گئے۔ اس کے بعد کہیں سے سوسی کا تھان آیا۔ تو اس کو لے کر اندر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ دُنیا کے طالب کے لیئے دُنیا آ گئی ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ آپ کی طبیعت میں یہ رنگ پیدا ہو تو اس رنگ کے رنگین کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی۔ دنیا داروں کی صحبت میں یہ رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ اس قسم کے اللہ کے بندے نایاب نہیں۔ لیکن کم یاب ضرور ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں ہیں۔ لیکن اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں ہیں۔ موتی تو کافروں کے گھر میں بھی ہوتے ہیں۔ لاہور میں اگر ایک لاکھ میں ایک بھی اس قسم کا اللہ تعالےٰ کا بندہ ہوتا تو ۱۴ لاکھ کی آبادی میں کم ازکم ۱۴ تو ہوتے۔ اگر چودہ ہوتے تو لاہور روشن ہو جاتا۔ یہاں نہ شرک رہتا اور نہ بدعت رہتی۔ حاصل یہ نکلا۔ کہ اللہ والے دُنیا میں ہمیشہ رہتے ہیں۔ اگرچہ کمیاب ہوں۔ اور ان کی صحبت میں دُنیا سے ہٹ کر طبیعت کا میلان آخرت کی طرف ہو جاتا ہے۔

موت سے پہلے موت کی تیاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فرق نہ آئے اور ہر ایک کا حق دے دیا جائے۔ یہ نہ کہا جائے کہ دے دیں گے۔ اگر رات کو ہارٹ (دل) فیل ہو گیا تو پھر کس طرح دوگے۔

یہ تین چیزیں آج کا سبق ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ نعمت نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اس ضمن میں ایک اور حدیث عرض کرتا ہوں۔ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَوْ بَعْضُ اَزْوَاجِہٖ اِنَّا لَنَکْرَہُ الْمَوْتَ قَالَ لَیْسَ ذَالِکَ وَلٰکِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَہُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰہِ وَکَرَامَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا اَمَامَہٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ وَ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ ؛ وَاِنَّ الْکَافِرَ اِذَا حَضَرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰہِ وَعُقُوْبَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَہَ اِلَیْہِ مِمَّا اَمَامَہٗ فَکَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ وَکَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ (متفق علیہ) ترجمہ: عبادہؓ بن الصامت سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص خدا سے ملاقات کو پسند کرتا ہے خداوند تعالےٰ اُس سے ملنے کو پسند کرتا ہے۔ اور جو شخص خدائے تعالےٰ سے ملنے کو بُرا جانتا ہے۔ خدا اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ عائشہؓ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی نے یہ سُن کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ہم موت کو بُرا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مومن کو جب موت آتی ہے تو اس کو خوشخبری پہنچائی جاتی ہے کہ خدا اس سے راضی ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے۔ پس اس وقت اس کے خیال میں خدا کی رضامندی اور خدا کی نظر میں اس کی عظمت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور پھر یہ ہوتا ہے کہ بندۂ مومن خدا سے ملاقات کے لیئے بے چین ہو جاتا ہے اور خدا بھی اس سے ملاقات کو عزیز سمجھتا ہے۔ اور کافر بندہ کے پاس جس وقت فرشتہ موت کا آتا ہے تو اس کو عذاب الٰہی اور سزا سے ڈراتا ہے۔ پس اس وقت اس کے خیال میں موت سے کوئی چیز بُری نہیں ہوتی۔ وہ خداوند تعالےٰ سے ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے۔ اور خدا اس سے ملاقات کو برا خیال کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس طرح دنیا میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اس کی رضا کے سوا کوئی چیز مقصود بالذات نہ رہے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مُسلم امروز

از اسلم انصاری۔ گورنمنٹ ایمرسن کالج مُلتان

مُسلم ہے مگر صاحبِ اسرار نہیں ہے
"خالد" تو ہے اللہ کی تلوار نہیں ہے

اندوختۂ خویش سے بیگانہ ہے یکسر
تقلید سے غیروں کی کوئی عار نہیں ہے

ڈھونڈے نہ کبھی رازی و رومی کے خزانے
کس کام کا وہ علم جو خوددار نہیں ہے

کیوں حالِ زبوں حال کی پستی پہ ہے قانع؟
کیا عظمتِ ماضی سے تجھے پیار نہیں ہے

الفاظ کے پردے میں ہے گم روحِ معانی
گفتار کے آئینے میں کردار نہیں ہے

اسلاف کی مانند تری شوکت و رفعت
جانسوز و جہانگیر و جہاں دار نہیں ہے

اے حافظِ ملّت یہ ہوا کیا ہے کہ اب تو
مِلّت کی بھلائی کا طلب گار نہیں ہے

باطل کے پرستار یہ معلوم ہے تجھ کو؟
مسلم نہیں باطل سے جو بیزار نہیں ہے

اسلم ہو اُسے منزلِ مقصود کا مژدہ
جو غیر کے پھندوں میں گرفتار نہیں ہے

ضرورت مذہب

عناصر کی اصلاح

از جناب مفتی جمیل احمد صاحب

ہیں عناصر آدمی کی ابتدا
آگ پانی اور مٹی اور ہوا

ان کی ہیں مخصوص کچھ حیثیتیں
ہیں بدی کی ان میں کچھ خاصیتیں

آگ میں تیزی حرارت اور علو
جس سے انسانوں میں ہوتا ہے غلو

غصہ و تیزی حرارت اور غضب
اور پھر ان کے نتائج سب کے سب

خاک میں پستی و بخل و قبض و ہضم
جن کے ثمرے کرتے ہیں انساں کو ختم

ہے ہوا میں پھیلنا اور انتشار
اس سے پیدا ہے نمود و اشتہار

پانی ہے بے ضبط اور بکھرا ہوا
روک بن ہے ہر جگہ پہنچا ہوا

اس سے ضبط نفس ہوتا ہے محال
اور حرص و آز کا بچھتا ہے جال

ان سے جب پیدا ہوئی یہ خصلتیں
آدمی کرنے لگا بد حرکتیں

ان کا مصلح کوئی بے ڈھب چاہیئے
سچا پکا اصل مذہب چاہیئے

جس سے ہو ان عادتوں میں اعتدال
خیر رکھ کر شر کو دے ان سے نکال

ایسے مذہب کی ضرورت ہے یہاں
جس سے عمدہ ہوں یہ ساری عادتیں

نور کی ترقی

...عقل اور دل کی اعلےٰ قوتیں
نور ہیں باقی ہے سب کچھ ظلمتیں

...میں ان کا جو کچھ نور ہے
مادہ میں کل کا کل مستور ہے

ظلمتوں کو چاک کرنا ہے یہیں
نور دل کو پاک کرنا ہے یہیں

جسم کو دینا ہے دنیاوی غذا
نور کو ذکرِ الٰہی کی غذا

مادی کو مادی سے تقویت
نور کو ہی نور سے ہے تقویت

مذہب حق سے ملے گا یہ کمال
ظلمتوں کو ہر اثر دے گا نکال

مذہبیت نور اندر نور ہے
ورنہ پھر ظلمت میں دل مستور ہے

امن عالم

ہے تمدن آدمیت کی سرشت
زندگی ہوتی ہے مل جل کر بہشت

کر نہیں سکتا ہے ایک انساں تلاش
کل ضرورت بھر کے اسباب معاش

آدمی کو آدمی کی احتیاج
تب میسر ہوگا کپڑا اور اناج

ساتھ رہنے کے بھی ہونگے کچھ اصول
جن کو ہم مذہب سے کریں گے وصول

ہیں ضروری باہمی کچھ کاروبار
ان میں پھر ہوگی کشاکش آشکار

خواہشیں خلقی ہیں کچھ اور قوتیں
جن سے باہم ہونگی سرزد حرکتیں

ہوگا آپس میں کبھی تکرار بھی
ہوگا کچھ آرام بھی آزار بھی

آئے گا جذبات میں بھی اشتعال
جس سے ہوگا کشت و خون قتل و قتال

چاہیئے قانون اب سب کے لئے
ہم ہیں سب مجبور مذہب کے لیئے

آپ دیکھیں شاید ایک اور اہتمام
یہ کہ کر دے سلطنت سب انتظام

امن عالم ہی تو اس کا کام ہے
ورنہ مذہب کا یہاں کیا کام ہے

بات ہے یہ ہے حکومت اس کا نام
حکم کی تعمیل کا اک انتظام

حکم کی تعمیل ہوتی ہو نہ صاف
یا کرے کوتاہی کوئی یا خلاف

تب حکومت کر سکے گی دار و گیر
خود نہیں حاکم یہ حکموں کی اسیر

اب وہ ہوں قانون اور احکام کیا
منگھڑت ہوں یا ہوں آئینِ خدا

یہ جو ہے تہذیب اور سوسائٹی
یا کمیٹی انجمن یا پارٹی

اس میں جو قانون ہو جاتے ہیں پاس
ان میں ہوگی کیسے حق ہونے کی آس

چند عقلوں ہی کی تو سازش ہیں یہ
مختصر اوہام کی کاوش ہیں یہ

جن کو باطن کی نہ واقع کی خبر
جن کی تہ تک بھی نہیں جاتی نظر

اس طرف موہوم سا اک مدعیٰ
اس طرف قانون اک وحی خدا

ایک آئین اس کا ایک اللہ کا
کیا برابر ہوں گے بندہ اور خدا

ٹھوکریں کھاتی ہے ہر تہذیب نو
کیونکہ واقع کی نہیں ہے اس میں ضو

فیل ہے دنیا کا ہے جو بھی نظام
ہو نہ جب تک تحت مذہب انتظام

جو چلائے حکم حق مذہب بغیر
یاد رکھئے کچھ نہیں ہے اس میں خیر

دوسری بھی سنئیے اب اک اور بات
ہے حکومت کی تو اتنی کائنات

سامنے ہوتا ہو جو لوگوں کے کام
اس کا کر سکتی ہے کچھ کچھ انتظام

اور جو چھپ چھپ کے ہوں خلوت میں ہوں
یا جو بالکل راز کی حالت میں ہوں

علم میں آئے نہیں جب انکا کام
خاک کرے گی پھر ان کا انتظام

بات یہ حاصل فقط مذہب کو ہے
عام جلوت خلوتوں میں سب کو ہے

وہ بدی کے پاس پھٹکے گا نہیں
مذہب حق سے جو بھٹکے گا نہیں

تیسرے یہ جبر میں قوت نہیں
بات کو کر دے کسی کے دلنشیں

جب حکومت کا تشدد ہٹ گیا
پھر اسی حرکت پہ انساں ڈٹ گیا

اور مذہب کا اثر ہے دلنشیں
پھر بدی اس سے کبھی ہوگی نہیں

امن عالم عام حق مذہب سے ہے
خلق کو آرام حق مذہب سے ہے

مسئلہ زکوٰۃ اور دینی مدارس

سوال ۵

عام طور پر مال زکوٰۃ منی آرڈر کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے۔ اس میں اصل مال زکوٰۃ تو ڈاک خانہ ہی میں رہ جاتا ہے۔ مرسل الیہ کے پاس نہیں پہنچتا ہے بلکہ مرسل الیہ مقامی ڈاکخانہ سے اصل رقم کے بدلہ میں اس مقدار کی رقم وصول کرتے ہیں۔ اس صورت میں مال زکوٰۃ تو سرے سے فقراء کو پہنچتا ہی نہیں۔ تو زکوٰۃ کس طرح ادا ہوئی۔

الجواب ۵

۱۔ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہونے کا خیال اس مفروضے کی بنیاد پر ظاہر کیا گیا ہے کہ عین مال زکوٰۃ فقیر یا اس کے کسی نائب کے پاس پہنچا نہیں ہے۔ جو زکوٰۃ کی صحت اور درست ہونے کے لئے شرط لازمی ہے۔ اور کسی قسم کی تبدیلی مال زکوٰۃ میں جائز نہیں ہے۔

۲۔ یا پھر اس مفروضہ کی بناء پہ یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ مال زکوٰۃ میں تبدیلی اگر جائز بھی ہو۔ تو اس کی صورت لامحالہ یہی ہوگی۔ کہ مالدار خود اس میں تبدیلی کر دے۔ کسی دوسرے شخص کو یہ حق شرعاً حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ مال زکوٰۃ میں تبدیلی کر دے۔ اگرچہ مالک کے اذن ہی سے کیوں نہ ہو۔ بالفرض اگر اس قسم کی تبدیلی مال زکوٰۃ میں ہو گئی تو زکوٰۃ درست نہ ہوگی اور فریضہ مالدار کے ذمہ باقی رہے گا۔ حالانکہ یہ دونوں مفروضے نہ صرف یہ کہ شریعت میں ثابت نہیں۔ بلکہ صریح غلط بھی ہیں۔

پہلا مفروضہ اس بنا پر غلط ہے کہ وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ احادیث میں یہ تصریح ملتی ہے کہ حضورؐ نے زکوٰۃ میں اصل واجب کے اندر تبدیلی کو جائز فرمایا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی اس کتاب میں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ مقادیر زکوٰۃ تحریر کیئے گئے ہیں کہ اگر مالدار کے پاس اصل واجب نہ مل سکے تو جائز ہے۔ کہ اس سے اصل واجب کے بدلے میں کم قیمت کا مال لیا جائے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ اصل واجب کی باقی ماندہ قیمت کو بھی ملا کر دیا جائے۔ کتاب الصدیقؓ کا وہ حصہ درج ذیل ہے۔ جس میں حضورؐ نے اس تبدیلی کو جائز قرار دیا ہے۔

و من بلغت عندہ صدقۃ الجذعۃ ولیست عندہ جذعۃ وعندہ حقۃ فانہا تقبل منہ ویجعل معہا شاتین ان استیسرتالہ اوعشرین درھما۔ (الحدیث بخاری ج۱ بحوالہ مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۵۸)

ترجمہ

"جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ میں جذعہ (پانچ سالہ اونٹ) واجب قرار پائے۔ مگر اس کے پاس حقہ (چار سالہ اونٹ) کے علاوہ کوئی جذعہ نہ ملے۔ تو جذعہ کے بدلے میں اس سے حقہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ دو بکریاں اگر وہ اس کے پاس ہوں یا اس کی قیمت بیس روپیہ بھی ملا کر دیا جائے۔"

اس حدیث سے بغیر کسی اشتباہ کے ظاہر ہو گیا کہ زکوٰۃ کی صحت کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ عین مال زکوٰۃ بلا کسی قسم کی تبدیلی کے فقیر کو دیا جائے۔ بلکہ اصل واجب کی جگہ قیمت بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ ورنہ حضورؐ جذعہ کے بدلے میں حقہ لینے کی اجازت نہ فرماتے۔

اس طرح جس زمانے میں مہاجرین مدینہ کا مسئلہ ایک پیچیدہ مسئلہ بنا ہوا تھا اور غالباً کپڑوں کی ان کے لئے شدید ضرورت تھی۔ اس زمانے میں یمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے حضرت معاذؓ نے اعلان کر کے اہل یمن سے ان کے صدقات کی تمام اصناف و اجناس کے بدلے میں صرف نئے اور پرانے کپڑے وصول کئے۔ اور وہ سارے کپڑے مہاجرین کے لئے مدینہ روانہ کئے۔ اعلان کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

أیتونی بکل خمیس ولبیس اخذ لا منکم مکان الصدقۃ فانہ ارفق بکم وانفع للمہاجرین والانصار بالمدینۃ اھ (نیل الاوطار ج ۳ ص۱۹۱)

ترجمہ

"اے اہل یمن! تم میرے پاس ہر قسم کے نئے اور پرانے کپڑے لاؤ۔ میں اس کو صدقہ کے معاوضے میں قبول کروں گا اس میں تمہیں آسانی ہوگی اور مدینہ کے انصار اور مہاجرین کی بھلائی۔"

دوسری ایک روایت میں طاؤسؒ نے اس اعلان کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

قال معاذ لاھل الیمن أیتونی بخمیس اولبیس مکان الذرۃ والشعیر اھون علیکم وخیر لاصحاب رسول اللہ صلعم بالمدینۃ (رواہ البخاری تعلیقا) اھ (رسائل الارکان بحر العلوم ص۱۷۵)

ترجمہ

"تم میرے پاس صدقہ، جو، اور جوار کے بدلے میں ہر قسم کے نئے پرانے کپڑے لاؤ۔ اس میں تمہارے لئے آسانی ہوگی۔ اور حضورؐ کے اصحاب کے لئے بھلائی ہوگی۔ جو مدینہ میں رہنے والے ہیں۔"

مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے معمولی بصیرت رکھنے والا انسان بآسانی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ ہر قسم کے مال زکوٰۃ میں تبدیلی جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی نقص نہیں آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہائے حنفیہ نے مستقل اصول یہ وضع کئے ہیں کہ تمام واجبات مالیہ میں تبدیلی جائز اور اصل واجب کے بدلے میں قیمت ادا کی جا سکتی ہے۔ ویجوز دفع القیم فی الزکوٰۃ عندنا اھ۔ یہ اصول کسی خاص قسم کے اموال کے لئے صرف نہیں۔ بلکہ تمام اموال زکوٰۃ میں خواہ سوائم ہوں یا نقود، مکیلات ہوں یا موزونات۔ یہ اصول معمول ہوں گے اور تمام اموال زکوٰۃ میں تبدیلی جائز رہے عالمگیری میں ہے:۔

واذا کان لرجل مائتا قفیز حنطۃ قیمتہا مائۃ درھم فصاحبہا بالخیار ان شاء ادی زکوتہا من العین وھی خمسۃ اقفزۃ حنطۃ وان شاء ادی زکوتہا من القیمۃ۔ کذا فی شرح الطحاوی اھ ج ۱ ص۱۹۲

دوسرا مفروضہ کہ مالدار آدمی کے امر سے بھی کوئی دوسرا آدمی اس کے طرف سے زکوٰۃ ادا کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ نہ اس طرح کے زکوٰۃ ادا کرنے سے مالدار

آدمی فریضۂ زکوٰۃ سے بری الذمہ ہو سکتا ہے۔ یہ مفروضہ اس بنا پر غلط ہے کہ فقہاء کی تصریحات اس کے برخلاف ہیں قاضیخان کا ایک جزیہ اس کے برخلاف نقل کیا جاتا ہے۔ جو درج ذیل ہے:۔

رجل امر رجلا ان یودی عنہ الزکوٰۃ من مال نفسہ فادی المامور فانہ لا یرجع علی الامر ما لم یشترط الرجوع اھ قاضیخان بہامش (عالمگیری ج ۱ ص ۲۳۹) ترجمہ

"ایک شخص نے کسی دوسرے آدمی کو اس بات پر مامور کیا کہ تم میری طرف سے اپنے ہی مال سے زکوٰۃ دے دو۔ مامور نے حکم کے مطابق زکوٰۃ دے دی۔ تو مامور کے لئے آمر پر حق رجوع جب ہوگا۔ کہ دونوں کے مابین یہ قرار پا چکا ہو کہ مامور آمر پر رجوع کرے گا۔ ورنہ اشتراط کے بغیر رجوع کا حق نہ ہوگا"

قاضیخاں کے اس جزیہ سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ اس صورت میں آمر کا ذمہ فریضہ زکوٰۃ سے فارغ ہو گیا ہے۔ ورنہ اگر اس کا ذمہ فارغ ہوا ہی نہیں تو اشتراط رجوع کی صورت میں مامور کو حق رجوع ثابت ہونے کے کوئی معنے نہیں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر رجوع کا اشتراط نہ ہو تو زکوٰۃ ادا ہوگی۔ مگر متبرع ہونے کی وجہ سے مامور کو حق رجوع حاصل نہ ہوگا۔ دونوں صورتوں میں فرق اگر ہے تو حق رجوع ثابت ہونے اور نہ ہونے میں ہے۔ زکوٰۃ دونوں صورتوں میں ادا ہوئی ہے اور آمر کا ذمہ فارغ ہو گیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مالدار آدمی کے کہنے سے دوسرا شخص زکوٰۃ ادا کرنے کا مجاز ہے۔ اگرچہ وہ زکوٰۃ اپنے ہی مال سے ادا کرے۔ اور اسی طریقہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی سے مالدار آدمی فارغ الذمہ ہو جاتا ہے۔ بہر حال احادیث نبویہؐ اور فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مال زکوٰۃ میں تبدیلی خواہ خود مالدار شخص یہ تبدیلی کر دے۔ یا اس کے امر سے دوسرے آدمی کے ذریعہ یہ تبدیلی پائی جائے تو دونوں صورتوں میں یہ تبدیلی جائز ہے۔ اور اس سے زکوٰۃ میں کوئی نقص نہیں آ جاتا ہے۔ اس ثابت شدہ حقیقت کے پیش نظر سوال ۵ کا جواب اول درج ذیل ہے:۔

پہلا جواب ۱

منی آرڈر کے ذریعہ جو اموال زکوٰۃ بھیجے جا رہے ہیں۔ اس میں بے شک اصل مال زکوٰۃ تو ڈاک خانہ میں رہ جاتا ہے اور مقامی ڈاک خانہ اس کے بدلے میں مرسل الیہ کو اس مقدار کی رقم دیتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی مالک کے امر سے ہوتی ہے تو گویا محکمۂ ڈاک مالک کے طرف سے اس بات پر مامور کیا جاتا ہے کہ تم میری طرف سے اپنے ہی مال سے زکوٰۃ ادا کر دو۔ اور اس کے بدلے میں مجھ سے یہ رقم وصول کر لو۔ تو قاضیخاں کے متذکرہ بالا جزیۂ کے مطابق زکوٰۃ درست ہی ہوگی۔ اور یہ تبدیلی سابقہ روایات کی رو سے جائز بھی ہوگی۔

دوسرا جواب ۲

اس طرح موجودہ دور کی دینی ضرورتوں اور مصالح کے پیش نظر اسلام کے بعض مسلمہ احکام کے تحت صورت مسئول عنہا کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اصل مال زکوٰۃ کے بدلے میں جو رقم مقامی ڈاک خانہ سے وصول کی جاتی ہے۔ وہ اگرچہ عین مال زکوٰۃ نہیں۔ مگر مال زکوٰۃ کے حکم میں ضرور ہوگی تو جس طرح عین مال زکوٰۃ ادارے کے بیت المال میں پہنچ کر فقراء پر جب خرچ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کے بدلے میں وصول شدہ رقم بھی جب خرچ کی جائے تو زکوٰۃ لا محالہ ادا ہوگی۔ کیونکہ یہ بھی حکم میں عین مال زکوٰۃ کے ہے۔

مذہبی احکام میں اس کے لئے بہت سی نظیریں مل سکتی ہیں۔ مگر یہاں توضیح مقصد کی غرض سے صرف ایک ہی نظیر ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قرض

اسلام نے اپنا ایک مستقل اصول یہ مقرر کیا ہے کہ دراہم و دنانیر (سونا چاندی) یا دیگر اموال ربویہ میں باہمی تبادلہ جب اتحادِ جنس کی صورت میں ہو تو عوضین میں قدر کے اعتبار سے باہمی مساوات بھی ضروری ہے۔ اور قبض البدلین یا دونوں کی تعیین بھی لازمی امر ہے۔ ادھار کسی ایک میں بھی جائز نہیں ہے۔ الذھب بالذھب الخ مثلا بمثل یدا بید والفضل ربوا الحدیث۔ اس قانون کا تقاضہ تو یہ ہے کہ قرض بالکل حرام اور ناجائز قرار پائے۔ کیونکہ اس میں اموال ربویہ میں سے دو متحد الجنس بدلین کے درمیان مبادلہ کی صورت پائی جاتی ہے۔ درآنحالیکہ ایک کی وصولی فی الحال، اور دوسری کی کچھ زمانہ بعد ہے۔ اور یہ بیان ابیدا کے خلاف ہے۔

مگر باوجود اس کے کہ یہ ایک ناجائز مبادلہ کی صورت معلوم ہوتی ہے۔ اسلام نے اس کو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور افضل قرار دے دیا ہے۔ اب اس جواز و استحسان کے لئے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اس کو مبادلہ میں داخل تسلیم کر کے اس کے لئے کوئی وجہ جواز و استحسان تلاش کی جائے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جو بدل کچھ زمانہ بعد قرضخواہ کو دے دیا جاتا ہے۔ اس کو عین سابق خرچ شدہ رقم کے حکم میں مان کر اس صورت قرض کو "مبادلہ" ہی سے خارج تسلیم کر لیا جائے۔

پہلی صورت ناممکن ہے۔ نہ فقہا نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور دوسری صورت ممکن بھی ہے اور فقہاؒ نے اس کو اختیار بھی کیا ہے۔ کیونکہ فقہاءؒ نے عام دیون کے بارے میں جو قانون "الدیون تقضی بامثالہا" وضع کیا ہے۔ اس سے قرض کو مستثنےٰ قرار دیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ اس میں بدل عین سابق خرچ شدہ رقم کے حکم میں ہے۔ تاکہ ادھار کے ساتھ مبادلۃ الجنس بالجنس میں داخل نہ ہونے پائے۔

ٹھیک یہی صورتِ حال مسئلہ زیر بحث میں بھی ممکن ہے۔ اس میں مقامی ڈاکخانہ سے وصول شدہ رقم کو عین مال زکوٰۃ حکماً قرار دے کر ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا عین مال زکوٰۃ وصول کیا گیا ہے۔ "دفعا للحرج فی المعاملات وتیسیرًا لصرف الزکوٰۃ فی افضل المصارف فی مثل ھذہ العبادات" لہذا زکوٰۃ بلا تردد جائز ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

رزاق حقیقی کون ہے

ابو عبدالرحمٰن لدھیانوی بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج تیلھو پورگڑھ

خدا کی دی ہوئی روزی اور بخشش سب کے لئے برابر نہیں۔ بلحاظ تفاوت استعداد و احوال کے اس نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو بالدار اور با اقتدار بنایا۔ جس کے ماتحت بہت سے غلام اور نوکر چاکر ہیں۔ جن کو اسی کے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے ایک وہ غلام ہیں جو بذات خود ایک پیسہ یا ادنےٰ اختیار کے مالک نہیں۔ ہر وقت آقا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ پس کیا دنیا میں کوئی آقا گوارا کریگا کہ غلام یا نوکر چاکر جو بہر حال اُسی جیسے انسان ہیں بدستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اس کی دولت عزت بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ غلام کا حکم تو شرعاً یہ ہے۔ کہ بحالت غلامی کسی چیز کا مالک بنایا جائے۔ تب بھی نہیں بنتا۔ آقا ہی مالک رہتا ہے۔ اور فرض کرو آقا غلامی سے آزاد کرکے اپنی دولت وغیرہ میں برابر کا حصہ دار بنالے تو مساوات بیشک ہو جائے گی۔ لیکن اس وقت غلام غلام نہ رہا۔ بہر کیف غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتی۔ جب دو ہمجنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک و مملوک میں شرکت و مساوات نہیں ہو سکتی۔ پھر غضب ہے کہ خالق و مخلوق کو معبودیت اور رزاقیت میں برابر کر دیا جائے اور اُن چیزوں کو جنہیں خدا کی مملوک سمجھنے کا اقرار خود مشرکین بھی کرتے تھے۔ مالک حقیقی کا شریک و سہیم ٹھہرا دیا جائے۔ کیا منعم حقیقی کی نعمتوں کا یہی شکریہ ہے کہ جس بات کے قبول کرنے سے خود ناک بھوں چڑھاتے ہوں۔ اس سے زیادہ قبیح و شنیع صورت اس کے لیے تجویز کی جائے۔ نیز جس طرح روزی وغیرہ میں حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ سب کو ایک درجہ میں نہیں رکھا۔ اگر علم و عرفان اور کمالات نبوت میں کسی ہستی کو دوسروں سے فائق کر دیا تو خدا کی اس نعمت سے انکار کرنے کی بجز ہٹ دھرمی کے کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

معبودان باطل نہ آسمان سے مینہ برسانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ نہ زمین سے غلہ اُگانے کا۔ پھر قادر مطلق کے شریک معبودیت میں کس طرح بن گئے۔ اُنہیں نہ فی الحال اختیار حاصل ہے۔ نہ آئندہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں۔ دوسرے کا مملوک غلام ہے۔ کسی طرح کی قدرت و اختیار نہیں رکھتا۔ ہر ایک تصرف میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے بدوں اجازت اس کے سب تصرفات غیر معتبر ہیں۔ دوسرا آزاد اور با اختیار شخص ہے۔ جسے خدا نے اپنے فضل سے بہت کچھ مقدرت اور روزی عطا فرمائی۔ جس میں سے دن رات سرًّا و علانیۃً بے دریغ خرچ کرتا ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے۔ سب تعریفیں اور خوبیاں اُس کے خزانہ میں ہیں۔ جس کو جو چاہے دے۔ کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔ ذرّہ ذرہ پر کلّی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت کو اس کے برابر کر دیا جائے۔ جو کسی چیز کا مالک نہیں۔ بلکہ خود پرایا مال ہے۔ اگر مالک مجازی اور مملوک مجازی برابر نہیں ہو سکتے تو کوئی مملوک محض مالک حقیقی کا کیسے شریک بن سکتا ہے۔ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا پ۱۲ ع۱ ترجمہ (اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی) ہر چلنے والے جاندار کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ رب العالمین ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے۔ یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ جو وسائل و اسباب بندہ اختیار کرتا ہے۔ وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں۔ اگر آدمی کی نظر اسباب و تدابیر اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب پر ہو تو یہ توکل کے منافی نہیں۔ البتہ خدا کی قدرت کو ان اسباب عادیہ میں محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ گاہ بگاہ سلسلۂ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچاتا ہے۔ یا کوئی اور کام کر دیتا ہے۔ بہر حال جب تمام جانداروں کی حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم ان سب پر محیط ہو۔ ورنہ ان کی روزی کی خبر گیری کیسے کر سکے گا۔

اس کے رب العالمین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح اس کی خالقیت نے کائنات ہستی اور اس کی ہر چیز پیدا کی ہے۔ اسی طرح اس کی ربوبیت نے ہر مخلوق کی پرورش کا سروسامان بھی کر دیا ہے۔ اور یہ پرورش کا سرو سامان ایک ایسے عجیب و غریب نظام کے ساتھ ہے کہ ہر وجود کو زندگی اور بقا کے لئے جو کچھ مطلوب تھا وہ سب کچھ مل رہا ہے اور اس طرح مل رہا ہے کہ ہر حالت کی رعایت ہے۔ ہر ضرورت کا لحاظ ہے۔ ہر تبدیلی کی نگرانی ہے۔ اور ہر کمی بیشی منضبط ہیں آ چکی ہے۔ چیونٹی اپنے بل میں رینگ رہی ہے۔ کیڑے مکوڑے کوڑے کرکٹ میں ملے ہوئے ہیں۔ مچھلیاں دریا میں تیر رہی ہیں۔ پرند ہوا میں اُڑ رہے ہیں۔ پھول باغ میں کھل رہے ہیں۔ ہاتھی جنگل میں دوڑ رہا ہے اور ستارے فضا میں گردش کر رہے ہیں۔ لیکن فطرت کے پاس سب کے لئے یکساں طور پر پرورش کی گود اور نگرانی کی آنکھ ہے۔ اور کوئی نہیں جو فیضان ربوبیت سے محروم ہو۔

جہاں تک غذا کا تعلق ہے حیوانات میں ایک قسم اُن جانوروں کی ہے۔ جن کے بچے دودھ سے پرورش پاتے ہیں اور ایک ان کی ہے جو نفیس غذاؤں سے پرورش پاتے ہیں۔ غور کرو نظام ربوبیت نے دونوں کی پرورش کے لئے کیسا عجیب سرو سامان کیا

کر دیا ہے؟ دودھ سے پرورش پانے والے حیوانات میں انسان بھی داخل ہے۔ سب سے پہلے انسان اپنی ہی ہستی کا مطالعہ کرے جونہی وہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی غذا اپنی ساری خاصیتوں مناسبتوں اور شرطوں کے ساتھ خود بخود مہیا ہو جاتی ہے اور ایسی جگہ مہیا ہوتی ہے۔ جو حالت طفولیت میں اس کے لئے سب سے قریب تر اور سب سے موزوں جگہ ہے۔ ماں بچے کو جوش محبت میں سینے میں لگا لیتی ہے۔ اور وہیں اس کی غذا کا سرچشمہ بھی موجود ہوتا ہے۔

غم روزی مخور برہم مزن اوراق دفتر را
کہ پیش از طفل ایزد پُر کند پستان مادر را

پھر دیکھو اس غذا کی نوعیت اور مزاج میں اس کی حالت کا درجہ بدرجہ کس قدر لحاظ رکھا گیا ہے اور کس طرح یکے بعد دیگرے اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ابتداء میں بچے کا معدہ اتنا کمزور ہوتا ہے۔ کہ اُسے بہت ہی ہلکے قوام کا دودھ ملنا چاہیئے۔ چنانچہ نہ صرف انسان میں بلکہ تمام حیوانات میں ماں کا دودھ بہت ہی پتلے قوام کا ہوتا ہے۔ لیکن جوں جوں بچے کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور معدہ قوی ہوتا جاتا ہے دودھ کا قوام بھی بدلتا جاتا ہے

اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ۔ پ ۲۵ ع ۳

اللہ اپنے بندوں پر لطف رکھتا ہے جس کو چاہے روزی دیتا ہے۔ اور وہی ہے زور آور زبردست۔ اللہ تعالیٰ باوجود تکذیب و انکار کے کسی کی روزی بند نہیں کرتا۔ بلکہ بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا اور نہایت نرمی اور تدبیر لطیف سے اُنکی تربیت فرماتا ہے۔ جس کو چاہے جتنی چاہے۔ روزی دے۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۵ پ ۲۶ ع ۱۸

(اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے)۔

تمہاری سب کی روزی آسمان والے کے ہاتھ میں ہے۔ ہر ایک کی روزی پہنچ کر رہے گی۔ کسی کے روکے نہیں رک سکتی۔

انسانوں اور جنوں کی بندگی سے خدا کا کچھ فائدہ نہیں۔ اُن ہی کا نفع ہے۔ خدا ایسا نہیں جو غلاموں سے کہے میرے لئے کما کر لاؤ۔ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ میری ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے۔ ان سے اپنے لئے روزی کیا طلب کرتا۔ خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں۔ بھلا مجھ جیسے زور آور سے اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریا کا قولاً و فعلاً اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و اکرام کے مورد و مستحق بنو۔

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ۵ پ ۲۷ رکوع ۲۔

اللہ وہی ہے جو دن کے شور غل اور رات کے اندھیرے اور سناٹے میں ہر ایک کی پکار سنتا اور سب کی حوائج و ضروریات کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا۔ یعنی ایجاد و ابقاء دونوں میں اسی کے سب محتاج ہیں۔ اس کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں بھی ہماری احتیاج نہیں۔ پھر اس سے علیحدہ ہو کر کسی کو مددگار بنانا انتہائی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ پ ۲۱ ع ۷

(بیشک اللہ پھیلا دیتا ہے روزی جس پر چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس پر چاہے)۔

یعنی ایمان و یقین والے سمجھتے ہیں کہ دُنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھانا گھٹانا سب اُسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بقضا رہنا چاہیئے نعمت کے وقت شکرگزار رہے۔ اور ڈرتا رہے کہیں چھن نہ جائے اور سختی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دُور فرمائے گا۔ مارنا جلانا روزی دینا سب کام تو اکیلے خدا ہی کے قبضہ میں ہوئے۔ پھر دوسرے شریک کدھر سے آ کر الوہیت کے مستحق بن گئے۔

آسمان و زمین سے روزی کے سامان بہم پہنچانا صرف اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اس کا اقرار مشرکین بھی کرتے تھے۔ پھر الوہیت میں دُوسرے شریک کہاں سے ہو گئے۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰھَا وَاَلْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۵ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَہٗ بِرٰزِقِیْنَ ۵ الحجر پ ۱۴ ع ۲۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس پر بوجھ رکھ دیئے۔ اور اس میں ہر چیز اندازے سے اُگائی۔ اور تمہارے واسطے اس میں معیشت کے اسباب بنا دیئے اور وہ چیزیں جن کو تم روزی نہیں دیتے۔ اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور ہم اندازہ معین پر اُتارتے ہیں۔ اور ہم نے رس بھری ہوائیں چلائیں۔ پھر ہم نے آسمان سے پانی اُتارا۔ پھر وہ تم کو پلایا اور تمہارے پاس اس کا خزانہ نہیں۔

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

از جناب حاجی کمال الدین صاحب لاہور کارپوریشن

نمبر ۸

گزشتہ سے پیوستہ

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو - خدام الدین مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۷ء

برادران اسلام ذرا خیال کرو کہ انسانی تدبیر کے مقابلے میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھو کہ جب رات کو ان لوگوں نے حضورؐ کا گھر آ گھیرا - اس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا - تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو - ذرا فکر نہ کرنا - کوئی شخص تمہارا بال بیکا نہ کر سکیگا - حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سایہ میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے - خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا - اور اُن دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورۂ یٰسین پڑھتا ہوا صاف نکل گیا - کسی نے حضورؐ کو جاتے نہ دیکھا - یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۱ء) کا ہے -

خدا کا پیارا نبی پیارے دوست ابوبکرؓ کے گھر پہنچا - انہوں نے سفر کا سامان جلدی سے درست کیا - ابوبکرؓ کی بیٹی اسما نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھا - اسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے - مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر کوہ ثور ہے - اس کی چڑھائی سر توڑ ہے - راستہ سنگلاخ تھا - نکیلے پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی ابوبکرؓ نے حضورؐ کو اپنے کندھے پر اُٹھا لیا - آخر ایک غار تک پہنچے ابوبکرؓ نے حضورؐ کو باہر ٹھہرایا - خود اندر جا کر غار کو صاف کیا - تن کے کپڑے پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کیے - اور پھر عرض کیا کہ حضورؐ بھی تشریف لے آئیں -

صحیح بخاری - حضرت علیؓ حسب الحکم

خواب سے بیدار ہوئے - قریش نے قریب جا کر انہیں پہچانا - پوچھا - محمدؐ کہاں ہے - علیؓ نے جواب دیا - مجھے کیا خبر - کیا میرا پہرہ تھا ؛ تم لوگوں نے اُنہیں نکل جانے دیا - اور وہ نکل گئے - قریش غصّہ اور ندامت سے حضرت علیؓ پر پل پڑے - ان کو مارا - اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے - اور تھوڑی دیر تک حبس بے جا میں رکھا - آخر چھوڑ دیا - طبری صـ۲۴۵ -

اب وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے - دروازہ کھٹکھٹایا - اسما بنت ابوبکر باہر نکلی - ابو جہل نے پوچھا - لڑکی تیرا باپ کدھر ہے - وہ بولی بخدا مجھے معلوم نہیں - بدبخت ابو جہل نے ایسا طمانچہ کھینچ کر مارا - کہ اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی - (طبری صـ۲۴۷)

عزیز بچو! ہجرت کے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے - اسما بنت ابوبکرؓ صدیق کہتی ہیں - کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اُٹھا لے گئے - یہ پانچ یا چھ ہزار روپیہ تھے - والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ نے کہا - بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکرؓ نے تم کو دوہری تکلیف میں ڈال دیا ہے - وہ خود بھی چلا گیا - اور نقد مال بھی ساتھ لے گیا -

ابوقحافہ اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے - فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوئے تھے - ابوبکر صدیقؓ کے خاندان کو جملہ صحابہؓ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ اُن کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں -

اسماء بولی - نہیں دادا جان - وہ ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں - اسماء نے ایک پتھر لیا - اس پر کپڑا لپیٹا - اور جس گھڑے میں روپیہ ہوا کرتا تھا - وہاں رکھ دیا اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی - ابوقحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں - کہا دادا جان! ہاتھ لگا کر دیکھو کہ مال موجود ہے - بوڑھے نے اُسے ٹٹولا - اور پھر کہا - خیر جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے - تو اب ابوبکرؓ کے جانے کا چنداں غم نہیں - یہ ابوبکرؓ نے اچھا کیا اور میں سمجھتا ہوں - کہ تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا ہے -

اسماء کہتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے بوڑھے دادا کے اطمینانِ قلب کے لئے کی تھی - ورنہ والد بزرگوار تو سب کچھ (حضورؐ کی خدمت کے لئے) ساتھ لے گئے تھے - ابن ہشام جلد اول صـ۲۳۷

یہ چاند اور سورج دونوں تین روز تک اُسی غار میں رہے - رات کی تاریکی میں اسماء بنت ابوبکرؓ گھر سے روٹی دے جاتی - عبداللہ بن ابوبکرؓ اہل مکہ کی باتیں سُنا جاتا - ابن ہشام جلد ۱ صـ۱۷۰

عامر بن فُہیرہ جو حضرت عائشہؓ کے بھائی کا غلام تھا اور جس کے پاس حضرت ابوبکرؓ کا ریوڑ تھا - وہاں بکریاں لے آتا - حضورؐ دُودھ بقدر ضرورت لے لیتے اور وہ پھر ریوڑ سے آنیوالوں کے نقشِ قدم کو تمام راستے مٹا دیتا (بخاری عن عائشہؓ کتاب المغازی صـ۱۱ و باب ہجرت)

خدا نے ابوبکرؓ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر جس معیت الٰہی میں حضورؐ داخل تھے اُسی میں ابوبکرؓ کو بھی شامل کر دیا -

چوتھی شب حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں - جن کو اسی سفر کے لئے خوب فربہ و تیار کیا گیا تھا - ایک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (جسے رستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا - سوار ہوئے اور مدینے کی جانب یکم ربیع الاوّل روز دو شنبہ (۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے -

سمندر کے کنارے چلتے چلتے جب حضورؐ رابغ کے موجودہ قصبہ اور ساحل بحر کے درمیانی میدان سے گزر رہے تھے - تب سراقہ بن جعشم نے حضورؐ کا تعاقب کیا - عبدالرحمٰن بن مالک جو سراقہ کا برادر زادہ ہے بیان کرتا ہے

کہ سراقہ خود سر پر لگائے - نیزہ تانے بدن پر ہتھیار سجائے اپنی گھوڑی (عوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا کہ اس کی نظر حضورؐ پر پڑ گئی - اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہو گیا ہے - اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بل گری - سراقہ نیچے آیا - گھوڑی کو اٹھایا - سوار ہوا - پھر چلا - حضورؐ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک سے لو لگائے ہوئے بڑھے چلے جاتے تھے - کہ حضور کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع کی گئی - فرمایا - الٰہی ہمیں اس کے شر سے بچا ادھر جب الفاظ مبارکہ زبان سے نکلے ادھر گھوڑی کے قوائم زمین میں دھنس گئے - سراقہ گر پڑا اور سمجھ گیا - کہ حفاظت الٰہی پر غالب آنا محال ہے - اس نے عاجزانہ الفاظ میں جان کی امان مانگی - امان دی گئی - سراقہ آگے بڑھا اور عرض کی کہ اب میں ہر حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا - پھر اس کی درخواست اور حضورؐ کے ارشاد پر عامر بن فہیرہ نے اُسے خط امان بھی لکھ کر عطا فرما دیا - (صحیح بخاری)

جب سراقہ واپس ہونے لگا - تو حضورؐ نے فرمایا - سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی - جب تیرے ہاتھوں میں قیصر کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے

سراقہ واقعہ اُحد کے بعد مسلمان ہُوا حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مدائن فتح ہُوا - اور کسریٰ کا تاج - حضرت فاروقؓ کے سامنے پیش ہُوا تو امیرالمومنین نے سراقہ کو بُلایا اور اس کے ہاتھوں میں سوارِ کسروی پہنائے - اور زبان سے فرمایا - اللّٰہ اکبر - اللّٰہ کی بڑی شان ہے کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے -

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گزر خیمہ اُم معبد پر ہُوا یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی - مسافروں کی خبرگیری اور اُن کی تواضع کے لئے مشہور تھی - ہر روز پانی پلایا کرتی تھی - اور مسافر وہاں ٹھہر کر سستایا کرتے تھے - یہاں پہنچ کر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے ؟ وہ بولی نہیں - اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے ہی خود حاضر کر دیتی - حضورؐ نے خیمے کے گوشے میں ایک بکری دیکھی - پوچھا یہ بکری کیوں کھڑی ہے - اُم معبد نے کہا - کمزور ہے - ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی - حضورؐ نے فرمایا - اجازت ہے - کہ ہم اسے دوہ لیں - اُمّ معبد نے کہا اگر حضورؐ کو دودھ معلوم ہوتا ہے - تو دوہ لیجئے - حضورؐ نے بسم اللّٰہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا - برتن مانگا - وہ ایسا بھر گیا کہ دُودھ اچھل کر زمین پر بھی گر گیا - یہ دودھ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور ہمراہیوں نے پی لیا - دوسری دفعہ بکری کو پھر دوہا گیا برتن پھر بھر گیا - یہ بھی ہمراہیوں نے پیا - تیسری دفعہ پھر برتن بھرا گیا - اور وہ اُمّ معبد کے لئے چھوڑ دیا گیا - اور آگے کو روانہ ہو گئے -

کچھ دیر کے بعد اُمّ معبد کا شوہر آیا - خیمے میں دُودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کہاں سے آیا - اُم معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا - اور یہ دودھ اُس کے قدوم کا نتیجہ ہے - وُہ بولا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے - جس کی مجھے تلاش تھی - اچھا ذرا تم اس کی توصیف تو کرو - اُم معبد نے حضورؐ کا حلیہ مُبارک بیان کیا - یہ سُن کر بولا کہ یہ ضرور صاحب قریش ہے - اور میں اسے ضرور جا کر ملوں گا - زاد المعاد صفحہ ۳۰۷ جلد اول - مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرتؐ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے - باقی پھر

دارالعلوم دیوبند (یوپی)

محترم المقام زید مجدکم : ــــــ سلام مسنون - جناب کو علم ہو چکا ہو گا کہ ۱۹۵۸ء کے آواخر میں یا ۱۹۵۹ء کے اوائل میں دارالعلوم کا عظیم الشان جلسہ دستار بندی منعقد کیا جا رہا ہے جس میں ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۷۸ھ تک کے فضلائے دارالعلوم دیوبند کی دستار بندی کی جائیگی اور دارالعلوم کی اس طویل مدت کی ہمہ قسم کی کارگزاری اور خدمات کا تفصیلی جائزہ ملک کے سامنے رکھا جائیگا اس جلسہ میں ہند و بیرون ہند کے فضلائے دارالعلوم کو مدعو کیا جائے گا -

اس عظیم الشان اجتماع کیلئے جناب سے حسب ذیل امور کی درخواست ہے - جسے آپ اپنا فریضہ منصبی اور دارالعلوم کی اہم ترین خدمت سمجھ کر پایہ تکمیل کو پہنچائیں

۱ - سب سے اول جناب اپنا مفصل پتہ تحریر فرماویں اور اگر سن فراغ (یعنی جس سن میں آپ نے دورہ حدیث کا امتحان دیا ہو) یاد ہو تو وہ بھی تحریر فرماویں -

۲ - آپکے قصبہ یا شہر وغیرہ میں جو فضلائے دارالعلوم دیوبند آپ کے علم میں ہوں ان کے مفصل پتوں سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ مراسلت میں سہولت ہو والسلام

(حضرت مولانا قاری) محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند







از صوفی محمد شفیع عمر الدین میرپور خاص

(۱۷)

ذکر سے اعراض موجب تنگیٔ معیشت ہے

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ (طٰہٰ ع ۷ پ ۱۶)

ترجمہ:۔ "اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا۔ اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تو نے انہیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے"۔

اللہ تعالےٰ نے بڑا احسان و کرم بنی آدم پر فرمایا کہ ان کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا اور اس سلسلۂ نبوت کو بھی آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا۔ اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن کریم ہی ہر فرد بشر کے لئے قیامت تک واجب العمل قانون ہے۔

اب ہمارے لئے حق عبدیت تو یہ ہے کہ ہم اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کریں۔ سب فرائض بجا لائیں۔

آج اگر ہم نے مقصد حیات کو قرآن کریم اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں نہ پہچانا تو ہماری حالت اس قابل رحم شخص کی سی ہوگی جو سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہو اور اس کو یہ بھی علم نہ ہو کہ منزل مقصود کس جانب ہے اور آیا وہ ٹھیک سمت کی طرف بھی جا رہا ہے یا نہیں۔ ایسے شخص کی ہلاکت یقینی ہے بعینہٖ وہ شخص جو شریعت پاک کو مضبوطی سے نہ پکڑے تو وہ ہر طرح کی گمراہیوں اور ضلالتوں میں پھنس کر تباہ ہو جائے گا۔ جب دنیا میں اس نے اپنی غلط کاریوں کے باعث نور بصیرت کھو دیا تو قیامت کے دن یہ اندھا اٹھیگا اور صرف اسے ایک ہی منزل نظر آئیگی اور وہ ہے دوزخ جس کے لئے یہ تیاری کر رہا تھا۔

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

حضرت میاں مٹھے شاہ رحمۃ اللہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی پریم نگر ورتار ہے
ایتھے دلبر دوزخ تینوں اگے گل بہار ہے

ایسے بدراہ شخص کو دنیا میں بھی چین نصیب نہیں ہوتا۔ آپ دنیا کے رؤسا اور دولتمندوں کی زندگیوں کا ذرا قریب ہو کر جائزہ لیں۔ ذرا ان کے دلوں کو ٹٹول لیں۔ اگر یہ ذکر الٰہی سے نا آشنا ہیں تو یقیناً آماجگاہ وساوس شیطانی ہیں اور باوجود ظاہری دنیاوی عیش و آرام کے ان کو سکھ و چین نصیب نہیں۔ ہر وقت ایک نہ ایک پریشانی وبالِ جان بنی ہوئی ہے۔

اب دوسری طرف ایک اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کی طرف نظر دوڑائیں۔ اس کے پاس اسباب حیات بالکل مختصر ہیں۔ بلکہ بڑے آدمی کے مقابلہ میں صفر کے برابر ہیں۔ مگر اس کا سینہ ذکر الٰہی کی لذت سے پُر ہے اور دنیاوی ہر قسم کے افکار و حوادث کی الجھنوں سے آزاد ہے۔

ان دونوں متضاد زندگیوں کی مثالیں حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے کیا ہی خوب فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "تقسیم سے پہلے جب کپڑے کے بھاؤ بگڑ گئے تھے تو امرت سر کے کپڑے کے کئی بیوپاریوں نے خودکشی کر لی تھی۔ (از مجلس ذکر ۲۵ / اکتوبر ۱۹۵۶ء خدام الدین مورخہ ۲ / نومبر ۱۹۵۶ء) اب ایک اہل اللہ کا حال بھی آپ ہی کی زبانی سنئے۔ "حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ کا واقعہ ہے کہ ایک خادم نے آ کر اطلاع دی کہ حضرت جس کشتی میں لنگر کا مال تھا وہ بھنور میں آ گئی ہے تو حضرتؒ نے فرمایا۔ الحمدللہ۔ کچھ دیر بعد دوسرے خادم نے آ کر اطلاع دی کہ حضرت کشتی بھنور سے سلامت نکل آئی ہے۔ تو اس پر بھی حضرت نے الحمدللہ فرمایا۔ ایک بے تکلف خادم نے ہر دو مواقع پر الحمدللہ کہنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا۔ کہ جب نقصان کی اطلاع ملی تو میں نے دل کو دیکھا۔ اس میں تعلق باللہ میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ اس لئے اللہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور اسی طرح کشتی کے بچ نکلنے پر بھی طبیعت پر کوئی اثر نہ تھا۔ اس لئے میں نے شکر کیا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے دل کو اپنے نام کے ساتھ اطمینان عطا فرمایا ہوا ہے۔ (مجلس ذکر ۳۰ / مئی ۱۹۵۷ء خدام الدین ۷ / جون ۱۹۵۷ء)

آپ نے دیکھ لیا۔ بیوپاریوں کو دنیا کتنی عزیز تھی۔ جس کی خاطر اپنی جان پر کھیل گئے اور ایک اللہ والے نے دنیاوی نفع اور نقصان کو کوئی وقعت نہ دی۔ [illegible] سچ ہے۔ "نوکری چرا است نہ به [illegible] دنیا کے چھوڑنے کا دل کبھی نہیں بھ [illegible]

بقول علامہ ابن کثیرؒ اللہ کی نازل ہوئی راہ کی پیروی کرنے والے نہ تو دنیا میں رسوا ہوں گے۔ نہ آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ ہاں حکموں کے مخالف میرے رسولؐ کی راہ کے تارک۔ دوسری غلط راہوں پر چلنے والے دنیا میں تنگ رہیں گے۔ اطمینان اور کشادہ دلی میسر نہ ہوگی۔ اپنی گمراہی کے باعث تنگیوں میں ہی رہیں گے۔ گو بظاہر کھانے پینے اوڑھنے پہننے رہنے سہنے کی فراوانی ہو لیکن دل میں یقین و ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ شک و شبہ تنگی اور قلت ہی میں مبتلا رہیں گے..... ان کی روزیاں خبیث ہیں۔ عمل گندے ہیں..... یہاں معیشت تنگ سے مراد عذاب قبر بھی ہے۔

گرہن کے متعلق اسلامی روایات

گرہن خدا کی نشانی ہے :۔

نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا۔ پس شروع کی آپؐ نے دو رکعت نماز اور ان کو ختم کر کے دیکھا تو آفتاب ابھی تاریک تھا۔ آپؐ نے پھر دو رکعت پڑھیں۔ آپ اسی طرح نماز پڑھتے اور دعا مانگتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج روشن ہو گیا۔ (ابو داؤد) اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ سورج گرہن کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی نماز پڑھی۔ جیسی کہ ہم پڑھتے ہیں۔ یعنی آپؐ رکوع کرتے اور سجدہ بھی کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سورج گرہن ہو رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجلت سے نکلے اور مسجد میں جا کر نماز شروع کر دی اور اس وقت تک نماز پڑھتے رہے۔ جب تک کہ سورج روشن نہ ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ایام جاہلیت کے لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ سورج اور چاند اس وقت گرہن میں آتے ہیں بلکہ دنیا کے سرداروں میں سے کوئی سردار مر جائے۔ (میں تم کو بتاتا ہوں) کہ سورج اور چاند نہ تو کسی کی موت سے گرہن میں آتے ہیں اور نہ کسی کی پیدائش سے اور یہ دونوں بھی خدا کی مخلوقات میں سے دو مخلوق ہیں۔ خدا اپنی مخلوق میں جو چاہے تغیر پیدا کرے۔ پس ان میں سے جب کوئی گرہن میں آئے تو تم نماز پڑھو اس وقت تک جب تک کہ وہ روشن نہ ہو جائے۔ یا خداوند تعالےٰ اور کوئی حکم ظاہر کرے۔ (نسائی)

گرہن کی نماز کا بیان

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپؐ نے نماز میں طویل قیام فرمایا۔ یعنی اتنی دیر کہ سورۂ بقرہ اتنی دیر میں پڑھی جا سکتی ہے۔ پھر رکوع کیا طویل رکوع۔ پھر سر اٹھایا رکوع سے اور دیر تک قیام کیا جو قرأت کے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا طویل رکوع۔ اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ لیکن یہ کھڑا ہونا پہلے سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا طویل رکوع۔ اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا اور دیر تک قیام کیا۔ اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا طویل رکوع اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر ختم کر دیا نماز کو اور اس عرصہ میں سورج بھی روشن ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں نہ تو ان میں سے کسی کی موت سے گرہن ہوتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے پس جب تم گرہن کو دیکھو تو خدا کو یاد کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (نماز کی حالت میں) ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ پھر ہم نے یہ دیکھا کہ آپ کچھ پیچھے کی جانب ہٹ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے جنت کو دیکھا اور اس کے ایک درخت سے انگور کا خوشہ توڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا۔ تو البتہ تم کھاتے اس میں سے جب تک دنیا میں رہتے۔ پھر میں نے دوزخ کو دیکھا اور آج کے دن کے برابر کوئی منظر ایسا خوفناک میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس میں میں نے عورتوں کو زیادہ پایا۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کے کفران نعمت کے سبب سے۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا عورتیں خدا کا انکار کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں۔ اور کفر کرتی ہیں۔ .... احسان کا اگر تو ان کے ساتھ عمر بھر احسان کرے۔ پھر وہ تیری جانب سے اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات پائے تو کہے میں نے کبھی تجھ سے بھلائی نہیں دیکھی

گرہن کی نماز کا بیان

عائشہؓ نے بھی ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث کی طرح حدیث بیان کی ہے۔ اور پھر یہ بیان کیا ہے۔ کہ پھر سجدہ کیا آپؐ نے اور طویل سجدہ کیا پھر نماز کو ختم کر دیا اور سورج روشن ہو گیا۔ پھر آپؐ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اول خدا کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا سورج اور چاند خدا کی دو نشانیاں ہیں۔ نہ تو کسی کی موت سے ان میں گرہن لگتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے۔ پس جب تم گرہن کو دیکھو۔ تو خدا سے دعا کرو۔ تکبیر کہو۔ نماز پڑھو۔ اور خیرات کرو۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے اُمت محمدؐ قسم ہے خدا کی۔ کہ خدا سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں۔ اس امر پر کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی لونڈی زنا کرے۔ اے اُمتِ محمدؐ قسم ہے خدا کی اگر معلوم ہو جائے تم کو وہ چیز جو میرے علم میں ہے تو تم ہنسو بہت کم اور روؤ زیادہ۔ (بخاری و مسلم)

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

کی طرح سب سرکاری ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی شہ پر بیٹھے ہیں گویا اس حمام میں سبھی۔ .... ہم اپنی طرف سے اس موضوع پر کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ حکومت کی اپنی مقرر کردہ کمیٹیاں صاف صاف بتلا چکی ہیں کہ اگر مصارف یونہی کئے جاتے رہے تو قومی معیشت کا خدا ہی حافظ ہے۔ لیکن ہمارے ارباب اختیار کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اور وہ بدمستی کی حالت میں اپنے کام میں مگن ہیں۔ اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جب کبھی اس ملک کو صحیح قومی اور عوامی حکومت نصیب ہوئی ایسے افراد جنہوں نے قومی روپیہ کو پانی کی طرح بہایا ہے۔ ان کا روز حساب شروع ہو جائے گا۔ اور ان سے گن گن کر پائی پائی کا حساب لیا جائے گا اگر خدا نخواستہ یہ دنیا میں بچ نکلے۔ تو آخرت میں تو ان کا حشر کسی سے پوشیدہ نہ ہوگا۔

بچوں کا صفحہ

جانوروں پر رحم

۱۔ بنی اسرائیل کی ایک عورت تھی۔ اس نے دیکھا۔ ایک کتا کنوئیں کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ پیاسا ہے قریب ہے کہ پیاس سے مر جائے۔ اس کو ترس آیا۔ اپنا موزہ اُتارا۔ اس سے پانی کنوئیں سے نکالا۔ اس کُتّے کو پلایا۔ اللہ تعالٰے کو اس کی خدمت پسند آئی۔ اس عورت کو بخش دیا اور جنّت عطا فرما دی۔

۲۔ ایک دُوسری عورت کا واقعہ سُنئیے۔ اس نے ایک بلّی پال رکھی تھی۔ ایک دن اس کو ایسا باندھا کہ چھوڑا تک نہیں کہ اِدھر اُدھر سے کچھ کھا پی لیتی۔ نہ ہی اس کی خود دیکھ بھال کی اور نہ اس کو کچھ کھانے پینے کو دیا بلّی بھوکی پیاسی مر گئی۔ اس بات پر اللہ تعالٰے ناراض ہوئے اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک اونٹ نے آ کر اپنے مالک کی شکایت کی کہ وہ اس کو کھانے کو پورا چارہ نہیں دیتا اور ایک شادی کی تقریب پر اس کو ذبح کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کے مالک کو بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے دونوں شکایات کی تصدیق کی۔ آپؐ نے سفارش کرکے اونٹ کو آزاد کروا دیا۔ دُوسرا ایک ہرنی کا واقعہ ہے۔ جس کو کسی بدوی نے پکڑ کر باندھ رکھا تھا۔ آپؐ کا ایک دن اُس بدوی کے گھر کے پاس سے گزر ہوا۔ تو ہرنی نے فریاد کی کہ بدوی نہ مجھے ذبح کرتا ہے اور نہ رہا کرتا ہے کہ بچّوں کو جا کر دودھ پلاؤں۔ بدوی گھر پر موجود نہ تھا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اگر تمہیں چھوڑ دیا جائے تو بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤ گی۔ اس نے وعدہ کیا کہ ہاں آ جاؤں گی۔ آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور خود وہاں اس کے انتظار میں تشریف فرما ہو گئے۔ تھوڑے عرصہ بعد ہرنی بھی واپس آ گئی اور بدوی بھی آ گیا۔ آپؐ نے اس سے کہہ کر ہرنی کو چھوڑوا دیا۔ یہ اور اس قسم کے کئی واقعات آپؐ کی شان رحمۃ اللعلمین کا ثبوت ہیں۔

۴۔ پیارے بچّو! یہ سب واقعات سچّے ہیں جو حدیث شریف میں آئے ہیں۔ آپ بھی ان سے سبق لیں۔ اکثر بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ گلی کوچوں سے گزرتے وقت خواہ مخواہ جانوروں کو ستاتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی جانور پال رکھا ہو تو اس کے گھاس دانے وغیرہ کا اچھّی طرح بندوبست رکھنا چاہیئے۔ بے زبان مخلوق کو ستا کر دوزخ کا ایندھن نہ بننا چاہیئے۔ بلکہ ان کی خدمت کرکے اپنے مولا پاک کو راضی کرنا چاہیئے۔

زرّیں اقوال

از ضیاء الدین قریشی خطیب جامع مسجد واہ فیکٹری

۱۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد ہم ناظرین کے سامنے محبّت دنیا پر صالحین اُمّت کے مختلف اقوال پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالٰے عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ حب دنیا والی مرض کوئی معمولی مرض نہیں بلکہ بہت ہی اہم روحانی مرض ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ اَوْکَمَا قَالَ (ترجمہ۔ دنیا کی محبت اصل ہے تمام گناہوں کی) دنیا ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو چیز انسان کو آخرت سے دور کرے۔ خواہ مال ہو یا اولاد۔ یا کوئی اور چیز۔ باقی جو چیز آخرۃ سے دور نہ کرے وہ دنیا نہیں ہے

۱۔ حضرت حسن بصری کا ارشاد ہے کہ حق تعالٰے شانہٗ ان لوگوں پر رحم کرے۔ جن کے پاس دُنیا امانت تھی۔ وہ اس امانت کو دوسروں کے حوالے کر گئے اور خود بے فکر چل دیئے۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص دین کے بارہ میں تیری مزاحمت کرے۔ اس سے مزاحمت کر اور جو دنیا کے بارہ میں تیری مزاحمت کرے اس کی دنیا کو اس کے منہ پر مار اور بے فکر ہو جا۔

۲۔ حضرت ابو حازمؒ کا ارشاد ہے کہ دُنیا سے بچتے رہو۔ قیامت کے دن آدمی کو میدان حشر میں کھڑا کرکے کہا جائے گا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے ایسی چیز کو بڑا سمجھا۔ جس کو اللہ تعالٰی نے حقیر بنایا تھا

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے گھر میں چند روزہ مہمان ہے اور اس کا مال و متاع مانگی ہوئی چیز ہے۔ مہمان کو بہر حال چند دن میں اپنے گھر (آخرۃ) کو چلا جانا ہے۔ اور مانگی ہوئی چیز بہر حال واپس ہونے والی ہے۔

۴۔ حضرت لقمان فرماتے ہیں کہ اپنی دنیا کو دین کے بدلہ میں بیچ دو۔ دونوں جہان میں نفع ملے گا۔ اور دین کو دنیا کے بدلہ میں نہ بیچو۔ دونوں جہان میں خسارہ رہے گا۔

۵۔ حضرت مطرف بن شخیرؒ کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے عیش عشرت اور اُن کے عمدہ لباس کو نہ دیکھو۔ بلکہ یہ سوچو کہ انکا انجام کیا ہوگا

۶۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ دنیا کے حلال مال کا حساب ہے اور اسکے حرام میں عذاب ہے

۷۔ حضرت مالک بن دینار کا ارشاد ہے کہ اس جادوگر سے بچتے رہو۔ یہ علما کے دلوں پر بھی جادو کر دیتی

۸۔ حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں۔ کہ جس دل میں آخرت آتی ہے دنیا اس سے جھگڑا کرتی رہتی ہے اور اس دل پر قبضہ کرنیکی کوشش کرتی رہتی ہے۔ اور جس دل میں دنیا آتی ہے۔ آخرت اس میں مزاحمت نہیں کرتی۔ اس لیئے کہ آخرۃ کریم ہے۔ وہ دوسرے کے گھر پر قبضہ کرنا نہیں چاہتی۔ اور دنیا کمینہ ہے وہ ہر ایک گھر پر زبردستی قبضہ کرنا چاہتی ہے۔

۹۔ مالک بن دینار ارشاد فرماتے ہیں کہ تو جس قدر دنیا کا غم کرے گا اتنا ہی آخرت کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا اور جتنا تو آخرۃ کا غم کرے گا اتنا ہی دنیا کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا۔

۱۰۔ حضرت فضیل فرماتے ہیں۔ اگر دنیا ساری کی ساری مجھے مل جائے اور مجھ سے اس کا حساب بھی نہ لیا جائے۔ تب بھی میں اس سے ایسی گھن اور کراہت کروں جیسا کہ تم لوگ مردار جانور سے کرتے ہو کہ کہیں کپڑے کو نہ لگ جائے۔

۱۱۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل کو حق تعالٰے شانہٗ کی بندگی کرنے کے باوجود صرف دنیا کی محبت نے بُت پرستی تک پہنچا دیا

۱۲۔ حضرت حسنؓ کا ارشاد ہے کہ حق تعالٰے جس بندہ کیساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ اس کو تھوڑی سی دنیا مرحمت فرما کر روک لیتے ہیں۔ جب وہ مال اس کے پاس سے ختم ہو جاتا ہے تو پھر تھوڑا سا اور دے دیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالٰے کے ہاں ذلیل ہوتا ہے۔ اس پر دنیا پھیلا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
قیمت ۴/
منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور زیجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۹ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور زیجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۳۰-۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان
بدل اشتراک
سالانہ لعہ/
ششماہی ۶/

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔